قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابوسعید

Online Edition

جمعرات 16 فروری 2023ء | 24 رجب 1444 ہجری قمری | 16 تبلیغ 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:40

ارشاد باری تعالیٰ

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ

(الاعراف:32)

ترجمہ: اے آدم کے بیٹو! ہر مسجد کے قریب پہنچ کر زینت یعنی پاکیزگی اور سنجیدگی اختیار کرلیا کرو۔

فرمانِ رسولؐ

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک آدمی کو دیکھا کہ پراگندہ حال اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: أَمَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ۔ کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے یہ بال سنوار لے اور انہیں صاف رکھے۔ آپ ﷺ نے ایک اور شخص کو دیکھا کہ اس کے کپڑے میلے کچیلے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: أَمَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَآءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ۔ کیا اسے پانی میسّر نہیں جس سے یہ اپنے کپڑے کو دھو سکے؟

(سنن ابی داؤد، اللباس، فی غسل الثوب و فی الخلقان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

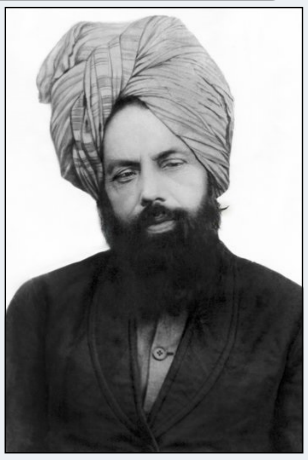

ظاہری پاکیزگی باطنی طہارت کی مد اور معاون ہے

- جو شخص جسمانی پاکیزگی کی رعایت کو بالکل چھوڑ دیتا ہے وہ رفتہ رفتہ وحشیانہ حالت میں گر کر رُوحانی پاکیزگی سے بھی بے نصیب رہ جاتا ہے۔

(ایام صلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 332)

- بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔ اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 148-149 ایڈیشن 1984ء)

- جولوگ باطنی اور ظاہری پاکیزگی کے طالب ہیں مَیں اُن کو دوست رکھتا ہوں۔ ظاہری پاکیزگی باطنی طہارت کی ممدّ اور معاون ہے۔ اگر انسان اِسے ترک کردے اور پاخانہ پھر کر بھی طہارت نہ کرے، تو باطنی پاکیزگی پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ پس یاد رکھو کہ ظاہری پاکیزگی اندرونی طہارت کو مُستلزم ہے۔ اس لیے ہر مُسلمان کے لئے لازم ہے کہ کم از کم جمعہ کے دن ضرور غسل کرے۔ ہر نماز میں وُضو کرے۔ جماعت کھڑی ہو تو خوشبو لگائے۔ عیدین اور جمعہ میں جو خوشبو لگانے کا حکم ہے وُہ اسی بنا پر قائم ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے اجتماع کے وقت عفونت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے غسل کرنے اور صاف کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے سے سمیّت (زہر) اور عفونت سے روک ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں یہ قانون مقرر کیا ہے۔ ویسا ہی قانون مرنے کے بعد بھی رکھا ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 164 ایڈیشن 1988ء)

فرمان خلیفۂ وقت

حفظان صحت کے اصول

یہ تمام باتیں ایسی ہیں جو صفائی کے ساتھ ساتھ حفظان صحت کے اصولوں کے لئے بھی ضروری ہیں۔ اب پانی سے ناک صاف کرنے کا جو حکم ہے یہ وضو کرتے وقت دن میں پانچ دفعہ ہے اور اگر ناک میں پانی چڑھا کر صاف کیا جائے تو کافی حد تک نزلے وغیرہ سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ جرمنی میں کسی کو نزلہ ہوگیا اور ڈاکٹر کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ تم لوگ جو مسلمان ہو، پانچ وقت وضو کرتے ہو تو ناک میں پانی چڑھاتے ہو، تم اگر اس طرح کرو تو کافی حد تک نزلے سے بچ سکتے ہو۔ یہ اس ڈاکٹر کی اپنی سوچ یا تحقیق تھی یا اس پر کوئی اور تحقیق ہو رہی ہے یا ہوئی ہے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بہرحال اس میں حقیقت ہے۔ اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کے لئے ناک میں پانی چڑھانا مشکل ہوگا کیونکہ ناک میں زور سے پانی چڑھانا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ذرا سی تکلیف بھی ہوتی ہے لیکن میں نے تجربہ کرکے دیکھا ہے کہ اگر ناک میں پانی ٹھیک طرح چڑھایا جائے اور صاف کیا جائے تو نزلے میں کافی فرق پڑتا ہے۔ پھر ناخن کٹوانا ہے، اس میں ہزار قسم کے گند پھنس جاتے ہیں لیکن آج کل بعض مردوں میں لیکن عورتوں میں تو اکثریت میں یہ فیشن ہوگیا ہے کہ لمبے لمبے ناخن رکھو اور ان کو کوئی گندگی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ سب پر واضح ہو جانا چاہئے کہ ناخن کٹوانے کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور لمبے ناخن رکھنے کا نقصان ہی ہے فائدہ کوئی نہیں۔ صفائی کے ضمن میں ایک انتہائی ضروری بات جو جماعتی طور پر ضروری ہے وہ ہے جماعتی عمارات کے ماحول کو صاف رکھنا۔ اس کا پہلے میں ذکر کر چکا ہوں۔ اس کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے اور خدام الاحمدیہ کو وقار عمل بھی کرنا چاہئے اور اگر عمارت کے اندر کا حصہ ہے تو لجنہ کو بھی اس میں حصہ لینا چاہئے اور اس میں سب سے اہم عمارات مساجد ہیں مساجد کے ماحول کو بھی پھولوں، کیاریوں اور سبزے سے خوبصورت رکھنا چاہئے، خوبصورت بنانا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی مسجد کے اندر کی صفائی کا بھی خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ چند سال پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑا تفصیلی خطبہ اس ضمن میں دیا تھا اور توجہ دلائی تھی۔ کچھ عرصہ تک تو اس پر عمل ہوا لیکن پھر آہستہ آہستہ اس پر توجہ کم ہوگئی۔ خاص طور پر

بقیہ صفحہ 4 پر

اس شمارہ میں

- تیرے حالات پُرستم ہوں گے (منظوم)
- ایک دوسرے کی باتیں کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے باتیں کریں
- حضرت قریشی دوست محمد جہلمیؓ۔ نیروبی (کینیا)
- یقین کا پانی تلاش کرو
- والفضل بالخیرات لا بزمان
- قبول احمدیت کی ایک سرگزشت

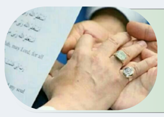

دربارِ خلافت

نماز اور تلاوت قرآن کامیابی کی کنجی ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حالیہ دورۂ امریکہ 2022ء میں واقفین نو کی کلاس میں ایک واقف نو نے سوال کیا کہ **حضور! میرا نام نعمان احمد فرید ہے اور میں منسوٹا جماعت سے ہوں۔ میرے خطوط کے کئی جوابات میں جو حضور انور سے موصول ہوئے ہیں ان میں حضور نے تلقین فرمائی ہے کہ نماز اور تلاوتِ قرآن کریم میں باقاعدگی کامیابی کی کنجی ہے تو پھر ایلان مسک جو ٹسلا کے بانی ہیں اور جف بیزاس جو ایمزن کے بانی ہیں جو نماز ادا نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ پھر اتنے کامیاب اور امیر کیوں ہیں؟**

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی زندگی کا کیا مقصد ہے؟

واقف نو نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جی ابھی میرے پچھلے خطبہ میں بھی میں نے یہی بات بیان کی تھی اور دنیاوی لوگوں کی زندگیوں کا کیا مقصد ہے؟

واقفِ نو نے جواب دیا: دنیاوی مقام حاصل کرنا۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اس وقت شیطان نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور حضرت آدمؑ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ تکبر اور دنیاوی خواہشات تھی اس نے اللہ تعالیٰ کو چیلنج کیا تھا کہ زیادہ تر لوگ میری پیروی کریں گے اور میں انہیں سیدھے راستے سے بھٹکاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تُو ایسا نہیں کر سکے گا بلکہ فرمایا کہ ہاں بعض ایسے متقی لوگ ہوں گے جو میرے احکامات اور ارشادات پر عمل کرنے والے ہوں گے اور میرے انبیاء پر ایمان لائیں گے۔ اگرچہ ایسے لوگ تعداد میں کم ہوں گے لیکن وہی لوگ آخر کار کامیاب ہوں گے۔ آپ کا مقصد دنیاوی خواہشات حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ آپ کا مقصد اللہ کا پیار حاصل کرنا ہے۔ ایک متقی شخص ہمیشہ اللہ کا پیار حاصل کرنے میں کوشاں رہتا ہے تا کہ آخرت میں زندگی ملے۔ ایک متقی شخص کو آخرت میں جزا دی جائے گی اور ان دنیاوی لوگوں کو ان کا اجر اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کی دائیں آنکھ اندھی ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کی مذہبی علم اور مذہب کی آنکھ اندھی ہے اور ایسے لوگوں کی بائیں آنکھ کام کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیاوی لحاظ سے ترقی پائیں گے۔ اگر آپ کی زندگی کا مقصد محض دنیاوی مفاد حاصل کرنے ہیں تو پھر آپ نماز اور اسلام کو چھوڑ کر کوئی بھی کام کر سکتے ہیں جس کا آپ کو دل کرے لیکن اگر آپ کو اس بات پر ایمان ہو کہ موت کے بعد بھی ہماری ایک زندگی ہے جو ایک دائمی زندگی ہے تو پھر آپ کو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ کا پیار حاصل ہو گا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 9/ دسمبر 2022ء)

تیرے حالات پُرستم ہوں گے

تیرے حالات پُر ستم ہوں گے
چاروں اطراف تیرے بَم ہوں گے

یونہی توڑو گے مسجدیں کب تک
اُن کی تعظیم میں حرَم ہوں گے

دُنیا میں تم جہاں بھی جاؤ گے
سامنے اِک ہجوم ہم ہوں گے

جھوٹ کو سچ بنانے والوں کی
آل میں کل ہزاروں خَم ہوں گے

قدغنیں جتنی بھی لگا لو تم
ہم تو بڑھتے رہیں نہ کم ہوں گے

اتنے انعام بھی ملیں گے ہمیں
جتنے ہم پر ترے ستم ہوں گے

رآج! اُن کو نہیں اثر ہو گا
وہ تو بدبخت لاجرَم ہوں گے

محمد ایوب راج

اداریہ

ایک دوسرے کی باتیں کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے باتیں کریں

الفضل آن لائن کے ایک قاری اور مضمون نگار مکرم کاشف احمد نے مجھے کچھ اقوال بھجوائے۔ ان میں سے ایک قول پاکستان کے مشہور سفرنامہ نگار، ادیب اور ناول نویس جناب مستنصر حسین تارڑ کا کچھ یوں تھا:

”ہم ایک دوسرے کی باتیں کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے باتیں کریں۔“

ایک دوسرے کی باتیں کرنے کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہاں دو طرح کی باتیں مراد ہیں:

1. کسی کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کرنا۔ اس کی خوبیوں کا ذکر کرنا۔ یہ تو اچھی بات ہے اور اس سے معاشرہ حسین ہوتا ہے۔
2. کسی کے متعلق بُری باتیں کرنا۔ اس کی برائیوں اور خامیوں کو بیان کرنا۔ جسے اسلامی تعلیم میں چغلی، غیبت، عیب جوئی کا نام دیا جا سکتا ہے اور ان کے ذیل میں آگے بہت سی بدیاں شامل ہوتی جاتی ہیں اور معاشرہ غیر اسلامی برائیوں کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ جس کی قرآن و احادیث میں ممانعت ملتی ہے۔ ایسا کرنے سے قطع تعلق جنم لیتا ہے۔ رشتہ داروں میں دوریاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔

اسی کی طرف مذکورہ بالا قول میں کہا گیا کہ ایک دوسرے سے پیار محبت کی باتیں کریں۔ یہاں مغربی دنیا میں یہ تو خوبی ہے کہ کسی سے یہ غیبت، چغلی نہیں کرتے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی دنیا ہے۔ اپنی راہ لیتے ہیں بلکہ کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے لیکن اس کے نتیجہ میں معاشرہ سے بزرگ افراد و خواتین اکیلے رہ رہ کر ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ کسی سے بات کریں۔ میں روزانہ سیر کے لیے باہر نکلنے کا عادی ہوں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ کوئی بزرگ انگریز یا خاتون Hello Hi کر کے کھڑے ہو کر باتیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ یہی کیفیت میں نے قبرستان میں بھی دیکھی ہے۔ خاکسار اپنے احمدیہ قبرستان میں دعا کرنے کے لیے جاتا ہے تو اس وقت کوئی دوست یا انگریز خاتون مل جائے تو وہ ضرور باتیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ بات کا آغاز وہ موسم سے کرتے ہیں اور یوں ان کا دل بہل جاتا ہے اور دوبارہ تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ گویا ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سامنے والے بندے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ کوئی مشکل میں ہو یا صدمہ میں ہو یا پریشان ہو تو اس کو باتوں میں لگانے سے اس کا ہم و غم اور اداسی دور ہو جاتی ہے۔

اس کے بالمقابل ہمارے معاشرہ میں غیبت، چغل خوری بہت زیادہ ہے۔ ذرا سا کوئی انسان آنکھوں سے اوجھل ہو تو اس سے متعلق باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ بلکہ لطیفہ کے طور حقیقت پر مبنی ایک واقعہ بیان کر دیتا ہوں۔ کسی جگہ چند دوست بیٹھے چغلیاں کر رہے تھے جو ایک دوست کو اچھی نہیں لگ رہی تھیں۔ وہ محفل چھوڑ کر چلے گئے اور جاتے ہوئے حاضرین سے کہہ گئے کہ اچھا! میں تو چلتا ہوں۔ اب میری غیر موجودگی میں میرا گوشت کھالیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات آیت 13 میں غیبت اور چغل خوری کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ بلکہ سورۃ الہمزہ میں ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ کے الفاظ استعمال کر کے غیبت کرنے والوں کی ہلاکت کی دعا مانگی گئی ہے۔ سورۃ القلم میں چغلیاں کرنے والوں کی باتیں نہ ماننے کا ذکر ہے کیونکہ یہ خیر و بھلائی سے روکتے، حد سے تجاوز کرنے والے اور سخت گناہ گار ہیں۔

زیر نظر اداریہ کے عنوان کا تعلق زبان سے ہے جس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أمسِكْ عليكَ لسانَكَ (ترمذی ابواب الزھد) کہ اپنی زبان کو روک رکھو۔ جہاں تک غیبت اور چغلخوری کا تعلق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چغلخور کو دو موہوں والا قرار دیا ہے (مسلم کتاب البر) اور اسے جنت میں جانے سے روکا اور فرمایا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ (بخاری کتاب الادب) کہ چغل خور جنت میں نہیں جا سکے گا اور ایک روایت میں قَتَّاتٌ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حتّٰی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوا تو میں نے ایک قوم کے ناخن تانبے کے دیکھے جن سے وہ اپنے چہروں کو نوچ رہے تھے۔ وجہ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ غیبت کرنے والے اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔

غیبت کی تعریف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی کہ اپنے بھائی کا اس کی پیٹھ پیچھے اس رنگ میں ذکر کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ عرض کیا گیا کہ اگر وہ بات جو کہی گئی ہے سچ ہو اور میرے بھائی میں وہ موجود ہو تب بھی یہ غیبت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں پایا جاتا ہے جس کا تُو نے اس کی پیٹھ پیچھے ذکر کیا ہے تو یہ غیبت ہے اور اگر وہ بات جو تو نے کہی ہے اس میں پائی ہی نہیں جاتی تو یہ اس پر بہتان ہے۔

(حدیقۃ الصالحین از حضرت ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 819-820)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”بدظنی صدق کی جڑ کاٹنے والی چیز ہے۔ اس لیے تم اس سے بچو اور صدیق کے کمالات حاصل کرنے کے لیے دعائیں کرو۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 247)

پھر فرمایا: ”بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے (شکوے، شکایتیں کرنے کی عادت) ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت ہی بڑا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا (الحجرات:13) خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو۔ یہ سب بُرے کام ہیں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 653-654)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”پھر غیبت ایک گناہ ہے جس سے اصلاح کی بجائے معاشرہ میں بدامنی کے سامان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس گندے فعل سے کراہت دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم تو آرام سے غیبت کر لیتے ہو۔ یہ سمجھتے ہو کہ کوئی بات نہیں، بات کرنی ہے کر لی۔ زبان کا مزا لینا ہے لے لیا۔ یا کسی کے خلاف زہر اگلنا ہے اگل دیا۔ لیکن یاد رکھو یہ ایسا مکروہ فعل ہے ایسی مکروہ چیز ہے جیسے تم نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا لیا اور کون ہے جو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے کراہت نہ کرے۔ غیبت یہی ہے کہ کسی کی برائی اس کے پیچھے بیان کی جائے۔ پس اگر اس شخص کی اصلاح چاہتے ہو جس کے بارہ میں تمہیں کوئی شکایت ہے تو علیحدگی میں اسے سمجھاؤ...... جن کو اس قسم کی بدظنیوں کی یا تجسس کی یا غیبت کی عادت ہے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف کریں۔ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔“

(خطبہ جمعہ 5؍فروری 2010ء، تجسس، بدظنی اور غیبت سے اجتناب کریں صفحہ 16-19)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”اب بعض لوگ اس لیے تجسس کر رہے ہوتے ہیں مثلاً عمومی زندگی میں مزے لیتے ہیں۔ دفتروں میں کام کرنے والے ساتھ کام کرنے والے اپنے ساتھی کے بارہ میں، یا دوسری کام کی جگہ کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والے، اپنے ساتھیوں کے بارہ میں کہ اس کی کوئی کمزوری نظر آئے اور اس کمزوری کو پکڑیں اور افسروں تک پہنچائیں۔ تا کہ ہم خود افسروں کی نظر میں ان کے خاص آدمی ٹھہریں۔ ان کے منظور نظر ہو جائیں۔ یا بعضوں کو یونہی بلاوجہ عادت ہوتی ہے۔ کسی سے بلاوجہ کا بیر ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس کی برائیاں تلاش کرنے لگ جاتے ہیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے لوگوں کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے لوگوں کا کبھی بھی جنت میں دخل نہیں ہوگا، ایسے لوگ کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے۔ تو کون عقلمند آدمی ہے جو ایک عارضی مزے کے لیے، دنیاوی چیز کے لیے، ذرا سی باتوں کا مزا لینے کے لیے اپنی جنت ضائع کرتا پھرے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26؍دسمبر 2003ء روزنامہ الفضل 13؍اپریل 2004ء)

پس ہمیں چاہیے کہ سچے مومن بن جائیں جس سے ہم خود بھی امن میں ہوں اور دوسرے بھی امان میں آئیں۔ اپنے بزرگوں اور عزیز و اقارب کی خوبیوں کا تذکرہ کریں اور غیبت سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

(ابو سعید)

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

حضرت قریشی دوست محمد جہلمیؓ۔ نیروبی (کینیا)

حضرت قریشی دوست محمد رضی اللہ عنہ ولد خیر محمد صاحب اصل میں جہلم کے رہنے والے تھے۔ آپ ٹیلرنگ کے کام سے وابستہ تھے۔ 1901ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضور علیہ السلام کے سفر جہلم 1903ء کے موقع پر پھر بیعت کا شرف حاصل کیا چنانچہ اس موقع پر بیعت کنندگان کی فہرست میں آپ کا نام یوں درج ہے: 126۔ دوست محمد ولد خیر محمد خیاط۔ جہلم (بدر 23-30/ جنوری 1903ء صفحہ 14) بعد ازاں آپ اپنے کاروبار کے سلسلے میں کینیا (مشرقی افریقہ) چلے گئے اور نیروبی میں رہائش اختیار کی اور پھر ساری زندگی وہیں گزاری۔ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ آپ کا روایت کردہ بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہرت تو پنجاب میں بہت تھی۔ ان کے دعویٰ اور امام مہدی ہونے کا تذکرہ بالعموم رہتا۔ جہلم بھی حضور کسی موقع پر تشریف لے گئے۔ میں ان دنوں جہلم میں تھا، اپنے کسی کام کے سلسلہ میں لاہور آیا تو ان دنوں مسافر مسجدوں میں جہاں جگہ ملتی سو جاتے اور اپنا کچھ وقت گزار لیتے۔ جس مسجد میں میرا قیام تھا وہاں کے مولوی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ذکر چھیڑا اور اس ذکر میں اس نے کہا کہ ’’مرزا کے ہاتھوں کو کوڑھ ہوگیا ہے۔‘‘ اور بھی کچھ بدزبانی کی۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ لاہور تو آئے ہوئے ہیں قادیان بھی ہو آئیں، وہاں چل کر مرزا صاحب کو بھی دیکھ لیں گے کیا ان کے ہاتھوں کو کوڑھ ہوگیا ہے وغیرہ۔ آخر قادیان روانہ ہوگئے، وہاں پہنچ کر مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ حضور بھی مسجد میں تشریف لے آئے اور بعد نماز مسجد میں آپ تشریف فرما ہوئے اور کچھ تقریر بھی فرمائی۔ اسی دوران حضور اپنے ہاتھ کو بھی ہلاتے، کبھی اونچا کرتے اور کبھی نیچا جیسا بعض اوقات مقرر ہاتھوں کو ہلاتا ہے۔ ہماری توجہ حضور کے ہاتھوں کی طرف رہی جو بہت صاف اور پیارے نظر آئے۔ بعد میں جب حضور جانے لگے تو حضور سے مصافحہ بھی کیا اور لاہور کا قصہ بھی سنایا جس پر پھر حضور نے ہاتھ دکھائے۔ ہماری تو تسلی ہوگئی کہ لاہور کا مولوی جھوٹ بولتا تھا۔ ہر طرح حضور تو صاف ستھرے ہاتھوں والے نظر آئے۔ حضور کو دیکھ کر اور آپ کی تقریر کو سن کر بالآخر قادیان کے قیام میں ہی بیعت بھی کر لی۔‘‘

(کیفیات زندگی از مولانا شیخ مبارک احمد صفحہ 61-62)

آپ کے بھائی حضرت قریشی شیر محمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

’’خاکسار کے خاندان میں سے سب سے پہلے خاکسار کے حقیقی بھائی دوست محمد صاحب مرحوم کو حضرت اقدس کی بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپ نے 1901ء میں بیعت کی تھی۔ آپ کے بیعت کرنے کے بعد خاکسار کو بھی شوق پیدا ہوا کہ معلوم کیا جائے وہ کون سے حضرت ہیں جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو بھی خواہش پیدا ہوئی کہ کسی طرح سے حضرت اقدس کو دیکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے اس نے بھی ہمارے دل کی خواہش کو اس طرح سے پورا کر دیا کہ ان دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مولوی کرم دین سکنہ بھیں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا ہوا تھا۔ چنانچہ حضور بمع خدام جہلم تشریف لائے ..... اس وقت تقریباً دو ہزار لوگوں نے بیعت کی تھی جن میں سے خاکسار کو بھی یہ شرف حاصل ہوا۔ پھر دوسرے یا تیسرے روز حضور واپس تشریف لے گئے۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 1 صفحہ 185-186)

جلسہ سالانہ 1905ء کے موقع پر بھی دونوں بھائی قادیان حاضر ہوئے تھے۔ حضرت قریشی دوست محمد صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی محب اور مخلص احمدی تھے۔ کینیا جانے کے بعد پردیس میں آباد ہونے کی مشکلات اپنی جگہ پر لیکن خدمت سلسلہ میں آپ نے کبھی کوئی کمی نہیں دکھائی۔ نیروبی میں آپ کی دکان ہی جماعت کا مرکز تھی۔ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ اپنی تقرری کے بعد پہلی مرتبہ کینیا پہنچنے کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’خاکسار کو وہ دن آج بھی یاد ہے کہ جب پہلی مرتبہ خاکسار 1934ء میں نیروبی پہنچا تو حضرت سید معراج الدین صاحب پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی اپنی کار میں ان ہی کی دکان پر انڈین بازار میں مجھے چھوڑ گئے..... حضرت بھائی دوست محمد صاحب مرحوم بہت خاموش اور نیک بزرگ تھے۔ ان کی دکان اپنوں اور غیر از جماعت احباب کا مرجع تھی۔ مخالفین، غیر از جماعت ان کی نیک عادات کی وجہ سے وہاں جمع ہو جاتے، تبلیغ کا راستہ بھی کُھل جاتا اور دینی گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا۔‘‘

(الفضل 2/ جون 1967ء صفحہ 4)

آپ کے بھائی حضرت قریشی شیر محمد صاحبؓ (وفات: 1969ء) اور قریشی عبدالرحمان صاحب (وفات: 1967ء) بھی آپ کے ساتھ نیروبی میں کاروبار میں شریک تھے۔ آپ نے مئی 1935ء میں نیروبی میں وفات پائی اور آپ نیروبی میں ہی واقع احمدیہ قبرستان میں مدفون ہیں۔ حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ (جو اُن دنوں نیروبی میں تھے) نے آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھا:

’’بھائی دوست محمد صاحب مرحوم ومغفور ان چیدہ بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے ایسے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی غلامی اختیار کی جبکہ لوگوں کی دشمنی حد اعتدال سے تجاوز کر چکی تھی، جب نام نہاد علماء اسلام اس نیکی اور صداقت کے مجسمے کی توہین و تذلیل اور بربادی و ہلاکت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے ......

آپ اس ملک میں اس وقت آئے جب یہ نیا نیا آباد ہو رہا تھا۔ آپ نے نیروبی میں اپنا کاروبار شروع کیا۔ جس طرح آپ کو اللہ تعالیٰ نے دولتِ ایمان سے مالا مال کیا اسی طرح دنیاوی دولت سے بھی حصہ وافر عطا فرمایا۔ اُن دنوں افریقہ میں احمدیوں کی تعداد نہایت قلیل تھی اور نیروبی میں تو معدودے چند ہی احمدی تھے، نہ کوئی احمدیوں کی مسجد تھی اور نہ کوئی باقاعدہ جماعت۔ آپ نے اس وقت اپنی دوکان کو احمدیت کا مرکز بنا دیا۔

آپ حد درجہ مہمان نواز اور فراخ دل تھے۔ آپ کا دروازہ ہر ایک کے لیے ہمیشہ کھلا تھا، مروّت کا مادہ آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ نے کبھی کسی سائل کے سوال کو ردّ نہ کیا بلکہ متعدد بار یہاں کے ان لوگوں کی بڑی بڑی رقموں سے مالی امداد کی جو آج کل احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ احمدیت کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ تبلیغ احمدیت کے میدان میں آپ ہمیشہ سابقین میں سے تھے اور اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر مالی قربانی کیا کرتے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام پر پروانہ وار فدا تھے اور آپ کا ذکر ایسے الفاظ میں کرتے جن سے انتہائی محبت اور عشق کا رنگ ٹپکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے خلاف ایک لفظ بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ مقامی معاندینِ احمدیت آئے دن اشتہاروں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے خلاف نہایت دریدہ دہنی اور گندہ دہانی اختیار کرتے.... ان اشتہارات سے آپ کو بہت صدمہ پہنچتا۔ اپنی معلومات کی بنا پر میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی موت کا باعث یہی مخالفین حق اور معاندین سلسلہ ہوئے۔ چنانچہ موت سے ایک روز قبل آپ نے دشمنانِ سلسلہ کا ایک اشتہار دیکھا، اس میں نہایت دل آزار الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی شان میں بے ہودہ گوئی کی گئی تھی۔ ہمارے اس محترم بھائی نے انتہائی صدمے کے عالم میں کہا ’’اب تو یہ دکھ نہیں سہا جاتا۔‘‘ .....

مجھے جب کبھی اپنے اس بزرگ بھائی کی صحبت میں بیٹھنے کا موقعہ ملتا، ایک خاص لطف اور سرور حاصل ہوتا اور جو قلبی کیفیت آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے مجھ پر طاری ہوتی، مَیں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میرا باطن آپ کی تپش باطن سے ایک نامعلوم طریق پر متاثر ہوتا۔ آپ نہایت کم گو مگر بہت خوش خلق تھے۔ آپ کی صحبت میں گذرے ہوئے لمحات زیادتی ایمان کا موجب ہوتے۔‘‘

(الفضل 25/ فروری 1936ء صفحہ 8)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

پاکستان اور ہندوستان میں مسجد کے اندر ہال کی صفائی کا بھی باقاعدہ انتظام ہو۔ تنکوں کی وہاں صفیں بچھی ہوتی ہیں۔ صفیں اٹھا کر صفائی کی جائے، وہاں دیواروں پر جالے بڑی جلدی لگ جاتے ہیں، جالوں کی صفائی کی جائے۔ پنکھوں وغیرہ پر مٹی نظر آ رہی ہوتی ہے وہ صاف ہونے چاہئیں۔ غرض جب آدمی مسجد کے اندر جائے تو انتہائی صفائی کا احساس ہونا چاہئے کہ ایسی جگہ آ گیا ہے جو دوسری جگہوں سے مختلف ہے اور منفرد ہے اور جن مساجد میں قالین وغیرہ بچھے ہوئے ہیں وہاں بھی صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔ لمبا عرصہ اگر صفائی نہ کریں تو قالین میں بو آنے لگ جاتی ہے، مٹی چلی جاتی ہے۔ خاص طور پر جمعے کے دن تو بہرحال صفائی ہونی چاہئے اور پھر حدیثوں میں آیا ہے کہ دھونی وغیرہ دے کر ہوا کو بھی صاف رکھنا چاہئے اس کا بھی باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے۔ لیکن مسجد میں خوشبو کے لئے بعض لوگ اگر بتیاں جلا لیتے ہیں۔ بعض دفعہ اس کا نقصان بھی ہو جاتا ہے، پاکستان میں ایک مسجد میں اگربتی کسی نے لگا دی اور آہستہ آہستہ الماری کو آگ لگ گئی نقصان بھی ہوا۔ ایک تو یہ احتیاط ہونی چاہئے کہ جب موجود ہوں تب ہی لگے۔ دوسرے بعض اگر بتیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں اتنی تیز خوشبو ہوتی ہے کہ دوسروں کے لئے بجائے آرام کے تکلیف کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس سے اکثر کو سر درد شروع ہو جاتی ہے۔ تو ایسی چیز لگانی چاہئے یا دھونی دینی چاہئے جو ذرا ہلکی ہو۔

(خطبہ جمعہ 23/ اپریل 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

فرید احمد نوید۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

یقین کا پانی تلاش کرو

میں ریل کے جس ڈبے میں سوار ہوا تھا اس میں بہت زیادہ مسافر موجود نہیں تھے اس لئے ایک مناسب نشست دیکھ کر میں نے اپنا سامان رکھا اور وہاں بیٹھ گیا۔ ابھی ٹرین روانہ نہیں ہوئی تھی کہ صاف ستھرے لباس میں ملبوس ایک ادھیڑ عمر خاتون جو میری طرح فرینکفرٹ ہی جا رہی تھیں نزدیک موجود ایک نشست پر بیٹھ گئیں اور ٹرین Giessen سے فرینکفرٹ کے لئے روانہ ہوگئی۔ یہ سفر زیادہ طویل نہیں ہے اور عام طور پر ایک گھنٹے میں مکمل ہو جاتا ہے۔ آج سے قریب تیس سال پہلے کے ان ایام میں ابھی موبائل فون وغیرہ بھی موجود نہیں تھے اس لئے مسافر دوران سفر اپنے فون پر مصروف ہونے کے بجائے آپس میں بات چیت بھی کر لیا کرتے تھے۔ ان خاتون نے بھی گفتگو کا آغاز کیا اور جب میری ٹوٹی پھوٹی جرمن زبان ختم ہوگئی تو بات کو آگے بڑھانے کے لئے انہیں اپنی محدود انگریزی کی جانب منتقل ہونا پڑا اور جرمنی کی تاریخ، موسم اور حالات حاضرہ سے گزرتے ہوئے باتوں کا رخ مذہب کی جانب چلا گیا اور پھر یہ بتانے پر کہ میں ایک واقف زندگی ہوں اور مذہبی تعلیم حاصل کر رہا ہوں ان خاتون کا اشتیاق اور بھی بڑھ گیا۔ کہنے لگیں میں ایک ڈاکٹر ہوں اور مذہب اور روحانیت میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتی تاہم روایتی طور پر ایک عیسائی گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔

عیسائیت کا ذکر آیا تو باتیں طویل ہوتی چلی گئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور کفارہ کا ذکر بھی چل نکلا۔ اس ضمن میں باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے جب بار بار بائبل کا ذکر آیا تو انہوں نے ایک طنزیہ سی مسکراہٹ سے میری جانب دیکھا اور کہا کہ آپ بار بار یہ کس کتاب کا ذکر کر رہے ہیں؟ میں پہلے تو بہت حیران ہوا کہ اگر یہ مسیحی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہیں تو انہیں اپنی مقدس کتاب بائبل کے بارے میں کیوں علم نہیں ہے؟ لیکن پھر اس خیال سے کہ شاید مذہب میں عدم دلچسپی کی بناء پر وہ واقعی بائبل سے لاعلم نہ ہوں میں نے انہیں کسی قدر تفصیل سے بائبل کے متعلق بتانا شروع کیا۔ اس پر وہ مزید زور سے مسکرائیں اور کہنے لگیں کہ کہیں آپ اس کتاب کا ذکر تو نہیں کر رہے جو میرے بک شیلف میں موجود ہوتی ہے اور اگر کبھی رات کو میرے بچے نہ سوئیں تو میں انہیں اس میں سے کہانیاں پڑھ کر سناتی ہوں تا کہ وہ سکون سے سو جائیں۔

ایک طالب علم کے طور پر میرے لیے یہ بہت عجیب لمحہ تھا۔ یہ پہلا موقعہ تھا جب مجھے یہ ادراک ہوا کہ یورپ کے مسیحیوں کا ایک حصہ نہ صرف مذہب کو ترک کر چکا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے منہ موڑ کر مادہ پرستی کا شکار ہوتے ہوئے دہریت کی آغوش میں جا چکا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا سبب وہ قصے اور غلط اعتقادات تھے جنہیں سچے مذاہب میں شامل کر دیا گیا تھا اور بالآخر ان غلط قصوں اور کہانیوں نے اپنے ماننے والوں کو سچے خدا سے بھی دور کر دیا۔

انگلستان کی مردم شماری کے اعداد و شمار

شاید یہی وجہ ہے کہ جب گزشتہ دنوں یورپ کے بعض ملکوں کے بارہ میں یہ خبریں سامنے آئیں کہ وہاں خود کو مسیحی مذہب کی طرف منسوب کرنے والوں کی تعداد کم ہوتی چلی جا رہی ہے اور لوگ مذہب سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں تو مجھے ذرا بھی تعجب نہیں ہوا کیونکہ اگر آج سے تیس سال پہلے یہ حال تھا کہ پڑھے لکھے لوگ اپنے مذہبی صحائف کو کہانیوں کی کتابیں سمجھ رہے تھے تو آج ان کی نئی نسلوں کا مذہب سے دور ہونا بالکل بھی بعید از قیاس نہیں تھا۔ بی بی سی کی ویب سائٹ پر 29/ نومبر 2022ء کو Rachel Russell & Harry Farley کی یہ رپورٹ شائع کی گئی کہ پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے انگلینڈ اور ویلز کے نصف سے بھی کم لوگوں نے خود کو مسیحیت سے منسلک قرار دیا ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مردم شماری 2021ء کے ذریعے جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں ان کے مطابق خود کو مسیحی کہنے والے لوگوں کا تناسب 46 فیصد رہ گیا ہے جو کہ دس سال قبل ہونے والی مردم شماری میں ساٹھ فیصد کے قریب تھا۔ یہ اعداد و شمار کچھ نئے نہیں ہیں بلکہ یہ رپورٹ ایک لمبے عرصے کے ان رویوں کی عکاس ہے جو ان ممالک اور علاقوں کے لوگ اختیار کرتے رہے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق بھی انگلستان اور ویلز میں برسوں سے جاری سماجی سروے میں ان لوگوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے جو اپنے آپ کو لامذہب کے طور پر بیان کرتے ہیں اور خود کو کسی بھی عقیدے یا مذہب کا پابند کرنا درست خیال نہیں کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی سچے نبی اس دنیا میں آئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابدی سچائیوں پر مشتمل ملتے جلتے پیغامات ہی لے کر آئے ہیں یہاں تک کہ دین کامل کر دیا گیا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ سے اسلام نے تمام ابدی سچائیوں کو بھی یکجائی طور پر انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ایک جگہ پر جمع کر دیا۔ لیکن دنیاداری میں مگن انسان نہ صرف اپنے مالک کو بھول بیٹھا بلکہ اس خیال سے بھی غافل ہوگیا کہ اسے ایک دن اپنے مالک کے سامنے پیش ہونا ہے اور اس غفلت نے ہی گناہوں کے سیلاب کی شکل اختیار کر کے ہر ایک بند کو توڑ دیا۔

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اس کو بے لگام چھوڑ دیا جائے گا

قرآن کریم نے اس مضمون کو سورۃ القیامہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور گناہوں میں بڑھنے کی بنیادی وجہ جزا سزا کے دن سے غفلت کو بیان کیا ہے۔ ان امور سے غافل ہوتے ہوئے انسان بسا اوقات ایک ایسی حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ کوئی بالا اور طاقتور ترین ہستی اس سے حساب کتاب لینے کے لئے موجود ہی نہیں ہے اور وہ اسی زمین میں اپنے اعمال و افعال سرانجام دے کر رزق خاک ہو جائے گا۔ یوں رفتہ رفتہ وہ دہریت اور لامذہبی خیالات کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی لذتوں اور گناہوں میں مگن ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اس مضمون کو اتنی اہمیت دی ہے کہ ایک پوری سورت اسی مضمون کے بارے میں نازل کی ہے جس میں قسم کھا کر اس دن کے بارے میں انسانوں کو خبردار اور متنبہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

’’سنو! تم جلدی سے ملنے والی نعمت کو پسند کرتے ہو اور بعد میں آنے والی نعمت کو نظر انداز کر دیتے ہو۔ اس دن بعض لوگ ہشاش بشاش ہوں گے۔ اپنے خدا کی طرف نظر لگائے بیٹھے ہوں گے اور کچھ لوگ اس دن منہ بسورے بیٹھے ہوں گے۔ کیونکہ وہ خیال کریں گے کہ ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا جس سے کمر کے منکے تک ٹوٹ جائیں گے۔ سنو! جب روح حلق تک پہنچ جائے اور کہا جائے کہ آج کوئی ہے جو دم دعا سے اس کو اچھا کر دے اور ہر ایک یقین کر لے کہ اب جدائی کی گھڑی آ گئی ہے اور جان کندنی کی گھڑی آ جائے۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جانا ہوگا۔ پس کیا ہوا کہ ایسے شخص نے نہ صدقہ دیا نہ نماز پڑھی۔ بلکہ (حق کو) جھٹلاتا رہا اور (اس سے) پیٹھ پھیر لی۔ (اور اس کے بعد شرمندہ ہونے کی بجائے) اپنے گھر والوں کی طرف فخر سے اکڑتا ہوا چلا گیا۔ (اے شخص) تجھ پر ہلاکت پر ہلاکت ہو۔ پھر (ہم کہتے ہیں کہ) تجھ پر ہلاکت پر ہلاکت ہو۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اس کو بے لگام چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ کسی وقت پانی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو اپنی مناسب حال جگہ میں ڈالا گیا۔ پھر وہ ایک چیٹنے والا لوتھڑا بن گیا۔ پھر اس (خدا) نے اس کو اور شکل میں بنادیا اور آخر اسے مکمل کر دیا اور اسے جوڑا جوڑا کر کے بنایا یعنی نر اور مادہ کی شکل میں۔ کیا وہ (خدا) اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو پھر زندہ کر دے۔‘‘

(ترجمہ سورۃ القیامۃ آیات 21-41 از تفسیر صغیر)

مذہب سے دوری کی بنیادی وجوہات

یوں تو مذہب سے دوری کی بے شمار وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے وجود کے لئے پابندیاں پسند نہیں کرتا۔ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے آزادانہ طور پر زندگی گزارنے اور اس سے بھرپور لطف اندوز ہونے کی اجازت ہونی چاہئے اور اس پر کسی بھی معاملے میں کوئی قدغن یا روک ٹوک عائد نہ کی جائے۔ وہ کسی بھی ایسی پابندی کو قبول نہیں کرنا چاہتا جس میں اس کو اپنا کوئی فائدہ نظر نہ آئے۔ ابھی حالیہ وبا کے دوران ہم نے انسانوں کو اس بات پر لڑتے جھگڑتے اور احتجاجی جلوس نکالتے ہوئے دیکھا کہ ان پر ایک بے ضرر ماسک پہننے کی پابندی کیوں عائد کی جا رہی ہے یا ویکسین کو کیوں لازمی قرار دیا جا رہا ہے؟ اس طرح کے حالات میں دنیاوی حکومتیں چونکہ سخت اقدامات کر لیتی ہیں اور فوری طور پر طاقت کے ذریعہ سے اپنے قوانین کو نافذ بھی کروا دیتی ہیں اس لیے ان قوانین کو توڑنا مشکل خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل مذہب چونکہ صرف نصیحت پر زور دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مذہبی معاملات میں سختی کو روا نہیں رکھا بلکہ انسان کو قیامت تک کے لئے خود ہی یہ ڈھیل دی ہے کہ وہ جو بھی راستہ اختیار کرنا چاہے اس راستے کو اختیار کر سکتا ہے اور اسے اپنے تمام اعمال کا حساب کتاب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہو کر دینا ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین اور کسی بد اعمالی یا بے اعتدالی پر فوری گرفت نہ ہونے کے خیال سے انسان اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کو توڑنے پر آمادہ اور دلیر ہو جاتا ہے۔ ورنہ وہی انسان جو روزمرہ زندگی میں چند پاؤنڈ کے ٹریفک جرمانے سے بچنے کے لئے ہزار جتن کرتا ہے، حکومت کے نصب کردہ بے جان کھمبوں کے ایک اشارے پر رکتا اور چلتا ہے۔ ٹریفک کیمروں کو دیکھ کر فوراً رفتار مدھم کر لیتا ہے، سیکورٹی کیمروں کو دیکھ کر کسی بھی جرم کے ارتکاب سے رک جاتا ہے اور پولیس کی کار کو دیکھتے ہی سنبھل کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ جو زلزلوں سے دہل جاتا ہے اور جنگوں سے لرز کر رہ جاتا ہے۔ جو ڈاکٹر کے صرف یہ بتانے پر آپ کو فلاں سنگین بیماری

لاحق ہے کانپ کر رہ جاتا ہے اور دنیا کی تمام لذتوں کو بھول کر اس بیماری کے علاج میں مصروف ہوجاتا ہے۔ جو ذیابیطس کا شکار ہوتے ہی میٹھے کے استعمال میں اعتدال پر آجاتا ہے اور بلڈ پریشر بڑھتے ہی نمک کا استعمال چھوڑ دیتا ہے۔ پھیپھڑے خراب ہونے پر تمباکو نوشی سے باز آجاتا ہے اور جگر خراب ہوتے ہی الکحل کا استعمال بند کر دیتا ہے۔ ایسا کمزور انسان کیونکر ایسا لاپرواہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو توڑ کر اپنے ہاتھوں سے اپنی اخروی تباہی کے سامان کرتا چلا جائے اور اسے یہ احساس بھی نہ ہو کہ وہ اپنا کس قدر نقصان کر رہا ہے۔

کیا کوئی شیر کے مُنہ میں اپنا ہاتھ دے سکتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’تمہارا روزمرہ کا تجربہ ہے کہ ایک چیز کا مفید ہونا جب ثابت ہو جائے توفی الفور اس کی طرف ایک رغبت پیدا ہوجاتی ہے اور جب مضر ہونا ثابت ہوجائے توفی الفور دل اس سے ڈرنے لگتا ہے مثلاً جس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ چیز جو میرے ہاتھ میں ہے یہ سم الفار ہے وہ اس کو طباشیر یا کوئی مفید دوا سمجھ کر ایک ہی وقت میں تولہ یا دو تولہ تک بھی کھا سکتا ہے لیکن جس کو اس بات کا تجربہ ہوچکا ہے کہ یہ تو زہر قاتل ہے وہ بقدر ایک ماشہ بھی اس کو استعمال نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے کھانے کے ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہوجائے گا۔ اسی طرح جب انسان کو واقعی طور پر علم ہوجاتا ہے کہ بلاشبہ خدا موجود ہے اور درحقیقت تمام قسم کے گناہ اس کی نظر میں قابل سزا ہیں۔ جیسے چوری، خونریزی، بدکاری، ظلم، خیانت، شرک، جھوٹ، جھوٹی گواہی دینا، تکبر، ریاکاری، حرام خوری، دغا، دشنام دہی، دھوکہ دینا، بدعہدی، غفلت اور بدمستی میں زندگی گزارنا، خدا کا شکر نہ کرنا، خدا سے نہ ڈرنا، اس کے بندوں کی ہمدردی نہ کرنا، خدا کو پُرخوف دل کے ساتھ یاد نہ کرنا۔ عیاشی اور دنیا کی لذّات میں بکلّی محو ہوجانا اور منعم حقیقی کو فراموش کر دینا۔ دعا اور عاجزی سے کچھ غرض اور واسطہ نہ رکھنا۔ فروختنی چیزوں میں کھوٹ ملانا یا کم وزن کرنا یا نرخ بازار سے کم بیچنا، ماں باپ کی خدمت نہ کرنا۔ بیویوں سے نیک معاشرت نہ رکھنا۔ خاوند کی پورے طور پر اطاعت نہ کرنا۔ نامحرم مردوں یا عورتوں کو نظر بد سے دیکھنا۔ یتیموں، ضعیفوں، کمزوروں، درماندوں کی کچھ پرواہ نہ کرنا۔ ہمسایہ کے حقوق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھنا اور اس کو دکھ دینا۔ اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے دوسرے کی توہین کرنا۔ کسی کو دلآزار لفظوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنا یا توہین کے طور پر کوئی بدنی نقص اس کا بیان کرنا یا کوئی بُرا لقب اس کا رکھنا یا کوئی بیجا تہمت اس پر لگانا یا خدا پر افترا کرنا اور نعوذ باللہ کوئی جھوٹا دعویٰ نبوت یا رسالت یا منجانب اللہ ہونے کا کر دینا یا خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر ہو جانا یا ایک عادل بادشاہ سے بغاوت کرنا اور شرارت سے ملک میں فساد برپا کرنا تو یہ تمام گناہ اس علم کے بعد کہ ہر یک ارتکاب سے سزا کا ہونا ایک ضروری امر ہے خود بخود ترک ہوجاتے ہیں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 642-643)

اس طرح سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنا ایمان کی پہلی کڑی ہے تو آخرت پر ایمان اس زنجیر کی انتہائی کڑی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنے کے بعد بقیہ تمام نیک اعمال اسی یقین کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں کہ ہمیں اس قادر و توانا اللہ کے حضور پیش ہونا ہے جو ہمارا مالک اور خالق ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے سب سے پہلے ہمیں یہ یقین ہونا ضروری ہے کہ جس مقام اور ملک میں ہم رہتے ہیں وہاں ایک حکومت موجود ہے اس لئے اگر ہم اس حکومت کے بنائے ہوئے قوانین کو توڑیں گے تو ہمیں اس کی سزا بھگتنا ہوگی۔ یہ دو قسم کا یقین عمومی طور پر انسانوں کو کسی بھی قسم کے قانون توڑنے سے روکے رکھتا ہے۔

صرف کہانیوں سے گناہ ہرگز دور نہیں ہو سکتے

سورۃ الفاتحہ جو قرآن کریم کے بالکل آغاز میں موجود ہے اور روزانہ نمازوں میں بار بار دہرائی جاتی ہے اس میں اس امر کے بارے میں خصوصیت سے توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان اور رحیم ہونے کے ساتھ ساتھ مالک یوم الدین بھی ہے یعنی وہ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ ایک ایسا قادر اور قدیر مالک جو بہت مہربان اور شفیق ہے لیکن قیامت کے دن ایک ایک چیز کا حساب بھی لے سکتا ہے پھر خواہ وہ معاملہ رائی کے دانے کے برابر بھی ہو۔ اگر اس حقیقت کو یاد رکھا جائے تو انسان نادانستگی میں کوئی بھول چوک تو کرسکتا ہے لیکن مکمل طور پر گناہوں کی دلدل میں کبھی بھی دھنس نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرنے کے بعد بقیہ تمام نیک اعمال اسی یقین کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں کہ ہمیں اس قادر و توانا اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہرگز ممکن نہیں اور کسی طرح ممکن نہیں کہ تم اس بات کی پوری بصیرت حاصل کر کے کہ گناہ کرنے کے ساتھ ہی ایک بجلی کی طرح تم پر سزا کی آگ برسے گی پھر بھی تم گناہ پر دلیر ہوسکو گے۔ یہ ایسی فلاسفی ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ جہاں جہاں سزا پانے کا پورا یقین تمہیں حاصل ہے وہاں تم ہرگز اس یقین کے برخلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ بھلا بتلاؤ کیا تم آگ میں اپنا ہاتھ ڈال سکتے ہو۔ کیا تم پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اپنے تئیں گرا سکتے ہو کیا تم کنوئیں میں گر سکتے ہو کیا تم چلتی ہوئی ریل کے آگے لیٹ سکتے ہو کیا تم شیر کے مُنہ میں اپنا ہاتھ دے سکتے ہو۔ کیا تم دیوانہ کتّے کے آگے اپنا پیر کر سکتے ہو کیا تم ایسی جگہ ٹھہر سکتے ہو جہاں بڑی خوفناک صورت سے بجلی گر رہی ہے۔ کیا تم ایسے گھر سے جلد باہر نہیں نکلتے جہاں شہتیر ٹوٹنے لگا ہے یا زلزلہ سے زمین نیچے کو دھنسنے لگی ہے۔ بھلا تم میں سے کون ہے جو ایک زہریلے سانپ کو اپنے پلنگ پر دیکھے اور جلد کود کر نیچے نہ آجائے۔ بھلا ایک ایسے شخص کا نام تو لو کہ جب اس کے کوٹھہ کو جس کے اندر وہ سوتا تھا آگ لگ جائے تو وہ سب کچھ چھوڑ کر باہر کو نہ بھاگے تو اب بتلاؤ کہ ایسا تم کیوں کرتے ہو اور کیوں ان تمام موذی چیزوں سے علیحدہ ہوجاتے ہو مگر وہ گناہ کی باتیں جو ابھی میں نے لکھی ہیں ان سے تم علیحدہ نہیں ہوتے اس کا کیا سبب ہے۔ پس یاد رکھو کہ وہ جواب جو ایک عقلمند پوری سوچ اور عقل کے بعد دے سکتا ہے وہ یہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں علم کا فرق ہے یعنی خدا کے گناہوں میں اکثر انسانوں کا علم ناقص ہے اور وہ گناہوں کو بُرا تو جانتے ہیں مگر شیر اور سانپ کی طرح نہیں سمجھتے اور پوشیدہ طور پر ان کے دلوں میں یہ خیالات ہیں کہ یہ سزائیں یقینی نہیں ہیں یہاں تک کہ خدا کے وجود میں بھی ان کو شک ہے کہ وہ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو پھر کیا خبر کہ روح کو بعد مرنے کے بقا ہے یا نہیں اور اگر بقا بھی ہے تو پھر کیا معلوم کہ ان جرائم کی کچھ سزا بھی ہے یا نہیں بلاشبہ بہتوں کے دلوں کے اندر یہی خیال چھپا ہوا موجود ہے جس پر انہیں اطلاع نہیں لیکن وہ خوف کے تمام مقامات جن سے وہ پرہیز کرتے ہیں جن کی چند نظیریں میں لکھ چکا ہوں ان کی نسبت سب کو یقین ہے کہ ان چیزوں کے نزدیک جاکر ہم ہلاک ہوجائیں گے اس لئے ان کے نزدیک نہیں جاتے بلکہ ایسی مہلک چیزیں اگر اتفاقاً سامنے بھی آ جائیں تو چیخیں مار کر ان سے دور بھاگتے ہیں۔ سو اصل حقیقت یہی ہے کہ ان چیزوں کے دیکھنے کے وقت انسان کو علم یقینی ہے کہ ان کا استعمال موجب ہلاکت ہے۔ مگر مذہبی احکام میں علم یقینی نہیں ہے بلکہ محض ظن ہے اور اُس جگہ رویت ہے اور اِس جگہ محض کہانی ہے۔ سو مجرد کہانیوں سے گناہ ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔ میں اس لئے تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک مسیح نہیں ہزار مسیح بھی مصلوب ہو جائیں تو وہ تمہیں حقیقی نجات ہرگز نہیں دے سکتے۔ کیونکہ گناہ سے یا کامل خوف چھڑاتا ہے یا کامل محبت اور مسیح کا صلیب پر مرنا اول خود جھوٹ اور پھر اس کو گناہ کا جوش بند کرنے سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ سوچ لو کہ یہ دعویٰ تاریکی میں پڑا ہوا ہے جس پر نہ تجربہ شہادت دے سکتا ہے اور نہ مسیح کی خودکشی کی حرکت کو دوسروں کے گناہ بخشے جانے سے کوئی تعلق پایا جاتا ہے۔ حقیقی نجات کی فلاسفی یہ ہے کہ اسی دنیا میں انسان گناہ کے دوزخ سے نجات پا جائے مگر تم سوچ لو کہ کیا تم ایسی کہانیوں سے گناہ کے دوزخ سے نجات پا گئے یا کبھی کسی نے ان بیہودہ قصوں سے جن میں کچھ بھی سچائی نہیں اور جن کو حقیقی نجات کے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہیں نجات پائی ہے۔ مشرق و مغرب میں تلاش کرو۔ کبھی تمہیں ایسے لوگ نہیں ملیں گے جو ان قصوں سے اس حقیقی پاکیزگی تک پہنچ گئے ہوں جس سے خدا نظر آجاتا ہے اور جس سے نہ صرف گناہ سے بیزاری ہوتی ہے بلکہ بہشت کی صورت پر سچائی کی لذّتیں شروع ہو جاتی ہیں اور انسان کی روح پانی کی طرح بہہ کر خدا کے آستانہ پر گر جاتی ہے اور آسمان سے ایک روشنی اترتی اور تمام نفسانی ظلمت کو دور کر دیتی ہے۔ اسی طرح جبکہ تم روزِ روشن میں چاروں طرف کھڑکیاں کھول دو تو یہ طبعی قانون تمہیں نظر آجائے گا کہ فی الفور سورج کی روشنی تمہارے اندر آجائے گی لیکن اگر تم اپنی کھڑکیاں بند رکھو گے تو محض کسی قصہ یا کہانی سے وہ روشنی تمہارے اندر نہیں آسکتی۔ تمہیں روشنی لینے کے لئے یہ ضرور کرنا پڑے گا کہ اپنے مقام سے اٹھو اور کھڑکیاں کھول دو تب خود بخود روشنی تمہارے اندر آجائے گی اور تمہارے گھر کو روشن کر دے گی۔ کیا کوئی صرف پانی کے خیال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔ نہیں بلکہ اس کو چاہیے کہ اُفتاں وخیزاں پانی کے چشمہ پر پہنچے اور اس زلال پر اپنی لبیں رکھ دے تب اُس آبِ شیریں سے سیراب ہو جائے گا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 643-644)

پس مذہب کی تمام تر تعلیمات اس یقین کے راستے سے گزرتی ہیں جس کی پہلی سیڑھی اللہ تعالیٰ کے وجود کو ماننا ہے اور جس کی انتہائی منزل یہ یقین ہے کہ ایک دن اس سرائے فانی کو چھوڑ کر ہمیں اس قادر خدا کے حضور جواب دہی کے لئے پیش بھی ہونا ہے۔ کوئی بھی ایسا مذہب یا عقیدہ جس میں دو چیزیں موجود نہ ہوں وہاں محض قصے اور کہانیاں ہی باقی رہ جاتی ہیں اور لوگ اپنی مذہبی کتابوں کو کہانیوں کی کتابیں سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ:

یقین کا پانی تلاش کرو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اب وقت ہے اٹھو اور یقین کا پانی تلاش کرو کہ وہ تمہیں ملے گا اور کثرت یقین سے ایک دریا کی طرح بہہ نکلو۔ ہر ایک شک و شبہ کی نجاست

سے پاک ہو کر گناہ سے دور ہو جاؤ۔ یہی پانی ہے جو گناہ کے نقوش کو دھوئے گا اور تمہارے لوح سینہ کو صاف کر کے ربّانی نقوش کے لئے مستعد کر دے گا۔تم نفسانی حروف کو اس لوحِ خاطر سے کسی طرح مٹا نہیں سکتے جب تک کہ یقین کے صاف پانی سے اس کو دھو نہ ڈالو۔ قصد کرو تا تمہیں توفیق دی جائے اور ڈھونڈو تا تمہارے لئے میسر کیا جائے اور دلوں کو نرم کرو تا ان باتوں کو سمجھ سکو۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ سخت دل حقیقتوں کو سمجھ سکے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم بغیر اس راہ کے کہ خدا کی عظمت تمہارے دل میں قائم ہو اور اس زندہ خدا کا جلال تم پر کھلے اور اس کا اقتدار تم پر ظاہر ہو اور دل یقین کی روشنی سے بھر جائے کسی اور طریق سے تم گناہ سے سچی نفرت کرسکو۔ ہرگز نہیں ایک ہی راہ ہے اور ایک ہی خدا اور ایک ہی قانون۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 650-651)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر میں اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ تکبر سے کام لیتے ہیں‘‘ اس فقرہ میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا ایک ہونا ایسا بدیہی امر ہے تو لوگ اس کے ایک ہونے کا انکار کیوں کرتے ہیں اور وہ جواب یہ ہے کہ یہ انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں۔ بلکہ باوجود ان دلائل کے شرک میں مبتلا ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہیں اور اس انکار کی وجہ سے ان کے اندر سنجیدگی باقی نہیں رہی۔ کیونکہ جب یہ اپنے افعال کو بغیر نتیجہ سمجھتے ہیں۔ تو انہیں ان کے اچھا برا ہونے کے متعلق خاص فکر پیدا نہیں ہوتی اور ضد اور تعصب میں کوئی حرج نہیں دیکھتے۔ کیونکہ ان کے خیال میں گرفت تو کوئی ہونی نہیں۔ اس لئے آہستہ آہستہ ان کے دل جاہل اور غبی ہو گئے ہیں اور وہ مادہ سمجھ اور ہدایت کا ان میں باقی نہیں رہا۔ جو اس وقت انسان میں پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ میرے اعمال کا کوئی اہم نتیجہ نکلنے والا ہے۔ غرض آخرت کے انکار کی وجہ سے لاابالی پن اور سنجیدگی کا فقدان ان میں پیدا ہو گیا ہے اور دل علم سے محروم رہ گئے ہیں اور اس وجہ سے بدیہی اور یقینی باتوں کا انکار بھی دلیری سے کر دیتے ہیں اور غور کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ غرض اس جگہ منکرۃ کے معنے انکار کرنے والے کے نہیں بلکہ جاہل اور ناواقف کے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ بعث بعد الموت پر ایمان نہ ہونے کے سبب سے چونکہ سنجیدگی سے غور کرنے کا احساس نہیں۔ اس لئے اس عادت کیوجہ سے دلوں سے سمجھ کا مادہ جاتا رہا ہے اور ان کو حس ہی نہیں ہوتی کہ ہمارا ایک عقیدہ دوسرے عقیدہ کے خلاف ہے۔ دوسرا نتیجہ بعث بعد الموت کے انکار کا یہ بتایا کہ ان میں تکبر پیدا ہو گیا ہے کیونکہ جو شخص جزا سزا کا مومن نہ ہو۔ وہ نڈر ہو جاتا ہے اور جو نڈر ہو جائے وہ سچائی کا اقرار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 153)

جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جب تک انسان کی زندگی آرام اور آسائش کے ساتھ گزر رہی ہو تو وہ اس میں کھو کر رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور یہ سوچنے لگتا ہے کہ جب اس کی تمام تر ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور وہ آرام دہ زندگی گزار رہا ہے تو اسے کسی بالا ہستی کی امداد کی ضرورت ہی کیا ہے؟ لیکن پھر جیسے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی آزمائش دنیا پر نازل کی جاتی ہے اور انسان اس مشکل میں خود کو بے یار و مددگار محسوس کرتا ہے تو اسے یاد آتا ہے کہ اس کا ایک مالک اور خالق خدا ہے اور وہ دوبارہ کسی نہ کسی طور پر خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، کسی بھی خدا کا ماننے والا ہو، اسے کوئی بھی نام لے کر پکارتا ہو بالآخر وہ اسی کے دروازے پر آن گرتا ہے بالکل ایک ایسے بچے کی طرح جو ساحل سمندر کی سیر کے دوران کھیلتے کودتے اور رنگ برنگی سیپیاں چنتے ہوئے اپنے اس کھیل میں اس قدر مگن ہو جاتا ہے کہ بسا اوقات اپنے ماں باپ کو بھی بھول جاتا ہے لیکن پھر جونہی کوئی مشکل درپیش آتی ہے وہ ادھر ادھر تلاش کرتا ہے اور بالآخر اپنے والدین کی تلاش کے لئے چیخنے اور چلانے لگتا ہے۔ ابھی حال ہی میں دی ٹیلیگراف یوکے میں Nicola Smith اور Ben Farmer کی تحریر کردہ یہ رپورٹ شائع ہوئی ہے کہ ملکی حالات خراب ہونے کے بعد یوکرائن کے لاکھوں لوگ سکون کے لیے مذہب کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یوکرائن بائبل سوسائٹی کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق، فروری میں روس کے حملے کے بعد سے یوکرائن میں بائبل مہیا کرنے کی درخواست کرنے والے لوگوں کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو گئی ہے۔ بائبل سوسائٹی کے مطابق 2020ء میں، انہوں نے 136,767 بائبل تقسیم کی تھیں، لیکن اس سال کے پہلے نو مہینوں میں ہی یہ تعداد 359,000 تک پہنچ چکی ہے۔ The Telegraph UK کی رپورٹ کے مطابق ایک 37 سالہ الیکٹریشن اینڈری نے بتایا کہ جب اُنہیں گرمیوں میں اپنی پہلی بائبل موصول ہوئی تو اُنہیں پرانے عہد نامے کے بزرگ ابراہیم کی کہانی سے پیار ہو گیا، جسے خدا نے ’’بہت سی قوموں کے باپ‘‘ کے طور پر برکت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ رپورٹ کے مطابق اس سال یوکرائن کے مشکل ترین لمحوں کے دوران پناہ گاہوں میں چھپے لوگوں کو ٹارچ یا موم بتی کی روشنی میں ایک ساتھ بائبل پڑھتے ہوئے دیکھا گیا۔ بہت سے لوگ جنہوں نے کبھی چرچ میں قدم نہیں رکھا تھا یا بائبل نہیں کھولی تھی اب وہ ایسے الفاظ تلاش کر رہے ہیں جن سے ان کے دلوں کو ڈھارس مل سکتی ہے جیسے زبور 31 کی یہ دعا کہ اے رب مجھ پر رحم کر کیونکہ میں مصیبت میں ہوں، میری آنکھیں، میری جان اور میرا جسم غم سے کمزور ہوئے جاتے ہیں۔ میری زندگی اذیت میں ہے اور میری عمر کراہنے میں فنا ہو گئی ہے۔ میری مصیبت کی وجہ سے میری طاقت ختم ہو جاتی ہے، اور میری ہڈیاں کمزور ہوئی جاتی ہیں۔

یہ رپورٹ پڑھتے ہوئے مجھے یہ خیال آیا کہ رپورٹرز نے زبور کے جس باب 31 کا حوالہ دیا ہے وہ بھی مکمل پڑھنا ضروری ہے جس میں انتہائی درد اور محبت کے ساتھ خدائے واحد و یگانہ سے دعائیں اور التجائیں کی گئی ہیں اور اس سچے خدا کو مدد کے لئے پکارا گیا ہے جو تمام انسانوں کا مالک اور حقیقی خدا ہے۔ چنانچہ زبور باب 31 پڑھا تو اس میں اپنے مالک حقیقی کے حضور ایسی درد انگیز دعائیں اور فریادیں لکھی ہوئی نظر آئیں جو انسان کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں۔ وہاں لکھا ہوا ہے کہ:

اے خدا! میں ٹوٹے برتن کی مانند ہوں

اَے خداوند! میرا توکل تجھ پر ہے۔ مجھے کبھی شرمندہ نہ ہونے دے۔ اپنی صداقت کی خاطر مجھے رہائی دے۔ اپنا کان میری طرف جھکا۔ جلد مجھے چھڑا۔ تو میرے لئے مضبوط چٹان میرے بچانے کو پناہ گاہ ہو جا۔ کیونکہ تو ہی میری چٹان اور میرا قلعہ ہے۔ اِس لئے اپنے نام کی خاطر میری رہبری اور رہنمائی کر۔ مجھے اس جال سے نکال لے جو انہوں نے چھپ کر میرے لئے بچھایا ہے۔ کیونکہ تو ہی میرا محکم قلعہ ہے۔ مَیں اپنی روح تیرے ہاتھ میں سَونپتا ہوں۔ اَے خداوند! سچائی کے خدا! تو نے میرا فدیہ دیا ہے۔ مجھے ان سے نفرت ہے جو جھوٹے معبودوں کو مانتے ہیں۔ میرا توکل تو خداوند ہی پر ہے۔ میں تیری رحمت سے خوش و خرم رہونگا کیونکہ تُو نے میرا دکھ دیکھ لیا ہے۔ تو میری جان کی مصیبتوں سے واقف ہے۔ تو نے مجھے دشمن کے ہاتھ میں اسیر نہیں چھوڑا۔ تو نے میرے پاؤں کشادہ جگہ میں رکھے ہیں۔ اَے خدا! مجھ پر رحم کر کیونکہ میں مصیبت میں ہوں۔ میری آنکھ بلکہ میری جان اور میرا جسم سب رنج کے مارے گھلے جاتے ہیں۔ کیونکہ میری جان غم میں اور میری عمر کراہنے میں فنا ہو گئی ہے۔ میرا زور میری مصیبت کے باعث جاتا رہا ہے اور میری ہڈیاں گھل گئی ہیں۔ میں اپنے سب مخالفوں کے سبب سے اپنے ہمسایوں کے لئے ازبس انگشت نما اور اپنے جان پہچانوں کے لئے خَوف کا باعث ہوں۔ جنہوں نے مجھ کو باہر دیکھا مجھ سے دور بھاگے۔ میں مردہ کی مانند دِل سے بھلا دِیا گیا ہوں۔ میں ٹوٹے برتن کی مانند ہوں۔ کیونکہ میں نے بہتوں سے اپنی بدنامی سنی ہے۔ ہر طرف خَوف ہی خَوف ہے۔ جب انہوں نے مل کر میرے خلاف مشورہ کیا۔ تو میری جان لینے کا منصوبہ باندھا۔ لیکن اَے خداوند! میرا توکل تجھ پر ہے۔ میں نے کہا تو میرا خدا ہے۔ میرے ایّام تیرے ہاتھ میں ہیں۔ مجھے میرے دشمنوں اور ستانے والوں کے ہاتھ چھڑا۔ اپنے چہرے کو اپنے بندہ پر جلوہ گر فرما۔ اپنی شفقت سے مجھے بچا لے۔ اَے خدا! مجھے شرمندہ نہ ہونے دے کیونکہ میں نے تجھ سے دعا کی ہے۔ شریر شرمندہ ہو جائیں اور پاتال میں خاموش ہوں۔ جھوٹے ہونٹ بند ہو جائیں جو صادقوں کے خلاف غرور اور حقارت سے تکبر کی باتیں بولتے ہیں۔ آہ! تو نے اپنے ڈرنے والوں کے لئے کیسی بڑی نعمت رکھ چھوڑی ہے۔ جسے تو نے بنی آدم کے سامنے اپنے توکل کرنے والوں کے لئے تیار کیا۔ تو ان کو انسان کی بندشوں سے اپنی حضوری کے پردہ میں چھپا لے گا۔ تو ان کو زبان کے جھگڑوں سے سایہ میں پوشیدہ رکھے گا۔ خداوند مبارک ہو۔ کیونکہ اس نے مجھ کو مضبوط شہر میں اپنی عجیب شفقت دکھائی۔ میں نے تو جلد بازی سے کہہ دیا تھا کہ میں تیرے سامنے سے کاٹ ڈالا گیا۔ پھر بھی جب میں نے تجھ سے فریاد کی تو تو نے میری منت کی آواز سن لی۔ خداوند سے محبت رکھو اَے اس کے سب مقدسو! خداوند ایمانداروں کو سلامت رکھتا ہے اور مغروروں کو خوب ہی بدلہ دیتا ہے۔ اَے خداوند پر آس رکھنے والو! سب مضبوط ہو اور تمہارا دِل قوی رہے۔

(زبور باب 31)

18؍دسمبر 2022ء کے دی ٹیلی گراف میں یہ رپورٹ پڑھتے ہوئے مجھے تیس سال پہلے جرمنی میں ملنے والی وہ ڈاکٹر صاحبہ بھی یاد آگئیں جن کے خیال میں مذہبی صحائف چند داستانیں اور بزرگ انبیاء کے واقعات صرف کچھ کہانیاں تھیں۔ ایسی کہانیاں جنہیں وہ اپنے بچوں کو سلانے کے لئے رات کو سنایا کرتی تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ شاید یہ مضمون ان کی نظروں سے بھی گزرا ہو اور شاید دکھی انسانیت کی یہ کہانیاں پڑھ کر انہوں نے بھی اپنے خیالات میں کچھ تبدیلی محسوس کی ہو اور بائبل کی تمام تر تعلیمات کے بارہ میں نہ بھی سہی کم از کم خدائے واحد کے وجود کے حوالہ سے ان کی سوچ بدل گئی ہو۔

چوہدری نعیم احمد باجوہ۔ پرنسپل جامعۃ المبشرین برکینا فاسو

والفضل بالخیرات لا بزمان

فضیلت نیکوں میں آگے بڑھ جانے سے عطا ہوتی ہے نہ کہ بلحاظ زمانی

مہدی آباد کے 9 بزرگ انصار شہداء نے جس شان سے تاج شہادت اپنے سروں پر سجایا ہے وہ قابل رشک ہے۔صحرائے اعظم کے مکین، دھول اور صحرائی مٹی سے اٹے، بوسیدہ اور پیوند لگے لباس زیب تن رکھنے والے بادیہ نشین آنے والوں کے لئے جو معیار قائم کر کے گئے ہیں اس کا حصول ہر ایک کے لئے اتنا آسان نہیں۔یہ درویش اک شان سے مسیح الزمان علیہ السلام کی بیعت میں آئے۔ وقتی جوش و جذبہ سے نہیں بلکہ سوچ سمجھ کر بعد از تحقیق قبول حق کی سعادت پائی۔ جب حق کھل گیا تو دیر کرنا مناسب نہ سمجھا اور یوں گویا ہوئے۔ جب کوئی سونے کی تلاش میں ہو اور وہ اسے مل جائے تو کیا پھر بھی وہ اسے حاصل کرنے میں رکا رہے گا؟

یہ آخرین اجتماعی طور پر ایمان لائے اور اکٹھے ہی مقام شہادت پا کر انعام یافتہ لوگوں کی صف میں جاکھڑے ہوئے۔ان کی قربانی کو خلیفۂ وقت نے ''اپنی مثال آپ'' قرار دیتے ہوئے انہیں احمدیت کے چمکتے ستاروں کا خطاب عطا فرمایا۔ یہ سید الشہداء صاحبزادہ عبد اللطیف شہیدؓ کے نقش قدم پر چلنے والے اور آپ کی قائم مقامی کا حق ادا کرنے والے ٹھہرے۔

سانحہ مہدی آبا دنے پورے عالم احمدیت کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ لاکھوں آنکھیں ان کے لئے اشکبار ہوئیں۔ درد رکھنے والا ہر دل ان کے لئے گداز ہوا۔سب مومنین نے ان کی قربانی کو رشک کی نظر سے دیکھا۔دشمنان احمدیت اور منافقین کے منہ بند ہوئے۔ جماعت احمدیہ برکینا فاسو میں اک غیر معمولی بیداری کی لہر اٹھی۔ بے شمار لوگوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ بہتوں نے اس واقعہ سے اپنے اندر تبدیلی محسوس کی اور بہتوں کے ایمانوں کی تازگی کا باعث بنا۔ بکثرت لوگوں نے اس سانحہ کو تجدید عہد بیعت کا موقع قرار دیا۔

(واقعہ شہادت کے متعلق برکینا فاسو کے احمدیوں کے جذبات کا ایک حصہ روزنامہ الفضل آن لائن لندن 2/ فروری 2023ء میں شائع ہو چکا ہے۔)

مسابقین بالخیر

دنیا بھر سے اس بات کا اظہار بھی ہوا کہ بعد میں آنے والے ایمانوں میں اتنے پختہ ثابت ہوئے کہ سینکڑوں ہزاروں سے بہت آگے نکل گئے۔انہوں نے استقامت کے وہ نمونے دکھائے جنہیں قابل رشک اور قابل تقلید کہا جاسکتا ہے۔ زمانی لحاظ سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے ایک صدی کے بعد احمدیت میں داخل ہوئے لیکن نمونہ وہ دکھایا جو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔

دنیا بھر سے احباب نے اس واقعہ شہادت پر اظہار تعزیت کیا۔ اداروں اور افراد کی طرف سے قرار دادیں موصول ہوئیں۔ احمدی شعراء نے دلوں پر اثر کرنے والا کلام لکھا۔اس واقعہ پر مضامین شائع ہو رہے ہیں۔اس قدر بیداری اور خاص توجہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی مقبول اعمال کو ہی عطا ہوسکتی ہے۔

بے شک تاریخ اسلام اور تاریخ احمدیت میں قربانیوں کے ایسے گلدستے سجے ہوئے ہیں جو تر و تازہ اور سدا بہار ہیں۔ زمانے کی گردان کی اہمیت کم نہیں کرسکی اور نہ کبھی کرسکتی ہے۔تاہم قربانیوں کے اس گلستان میں مہدی آباد کے ان قد آور پھولوں کا اضافہ بہت ہی روح پرور ہے۔یہ ہمارے ایمانوں کو تازگی بخشنے کے لئے ہے۔ہمیں خواب غفلت سے جگانے اور جھنجوڑنے کے لئے ہے۔ یہ قربانی،سستیوں کو دور کرنے کے لئے بطور مہمیز کام آسکتی ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تازہ مثال

انسانوں کو عملی نمونہ کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی یہ تازہ مثال ایک عالی قدر نمونہ ہے جو ہمارے افریقن بھائیوں نے قائم کیا ہے۔انہوں نے نجات کی روشنی اس دنیا میں دیکھ لی اور مسکراتے ہوئے جانیں نچھاور کر گئے۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ فروری 2023ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا درج ذیل اقتباس پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''یاد رکھو! نجات وہ چیز نہیں کہ مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اس دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔''ایمان میں ایسی مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس دنیا میں انسان کو اس کی روشنی ظاہر ہو جاتی ہے۔ہر ظلمت کا مقابلہ کرنے کے لئے انسان تیار ہو جاتا ہے۔اس کی تازہ مثال ہمیں گزشتہ دنوں ہمارے برکینا فاسو کے شہید بھائیوں میں ملتی ہے۔''

ان شہداء کے تازہ نمونے کی روشنی میں،ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم سب کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔اس مضمون کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم ایک وقتی جوش سے نہیں بلکہ ایک زندہ قوم کی طرح اس قابل تقلید مثال کو مستقل اپنے سامنے رکھتے ہوئے اپنا اپنا جائزہ لینے والے بنیں۔شہداء تو قربانی کر کے ایک راہ عمل ہمیں عطا کر گئے سوال مگر یہ ہے کہ اس قربانی نے ہمارے ایمانوں کی کھیتی کے لئے کس قدر کھاد کا کام دیا ہے۔

ان کی قربانی تو چڑھتے ہوئے روشن سورج کی مانند ہے۔ جب سورج چڑھتا ہے تو ظلمت بھاگ جاتی ہے۔ ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔ رکے ہوئے کام رواں ہو جاتے ہیں۔ہمیں واضح اور صاف نظر آنا شروع ہوجاتا ہے۔مسافر دن کی روشنی میں اپنی منزل کا تعین زیادہ بہتر انداز میں کرسکتا ہے۔ہم بھی تو راہ حق کے مسافر ہیں۔ہم بھی تو دین حق کا عَلَم لئے دنیا کو محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے لانے کا عزم کر کے نکلے ہیں۔ یہ قربانی ہمارے لئے راستے متعین کرنے والی، کوششوں کو تیز تر کرنے والی اور سُرعت سے منزل کی طرف لے جانے والی ثابت ہونی چاہئے اگر ایسا ہے تو ہم حقیقی معنوں میں ان شہیدوں کے وارث کہلانے کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''دشمن تو تمہیں اس لئے قتل کرتا ہے کہ زندگی کا خاتمہ کر کے تمہاری جان لے کر عددی لحاظ سے بھی تمہیں کم اور کمزور کر دے۔ لیکن یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تو ایک شخص یا چند اشخاص کا قتل جو خدا کے دین کے لئے ہو، جماعتوں کو مُردہ نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جو دونوں جہاں کا مالک ہے اگر ایک انسان یہاں مرتا ہے تو دوسرے جہان میں جب زندگی پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتا ہے۔تو اللہ فرماتا ہے کہ ایک قتل سے جماعتیں مردہ نہیں ہو جایا کرتیں۔ بلکہ ایک شخص کی موت کئی اور مومنوں کی زندگی کے سامان کر جاتی ہے۔ ایک شہادت مومنوں کو خوفزدہ نہیں کرتی بلکہ ان میں وہ جوش ایمانی بھر دیتی ہے کہ ایمانی لحاظ سے کئی کمزوروں کو سستیوں سے نکال کر باہر لے آتی ہے۔ ایمان میں وہ زندگی کی حرارت پیدا کر دیتی ہے کہ خوفزدہ ہونے کی بجائے کئی اور سینہ تان کر دشمن کے آگے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ اے نادانو! تم سمجھتے ہو کہ ایک شخص کو مار کر تم نے ہمیں کمزور کر دیا ہے؟ تو سنو اس ایک شخص کی موت نے ہم میں وہ روح پھونک دی ہے جس نے ہمیں وہ زندگی عطا کی ہے، ہمیں اپنی قربانیوں کے قائم کرنے کا وہ فہم عطا کیا ہے جس سے ہم ایک نئے جوش اور جذبے سے دین کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ 12/ ستمبر 2008ء)

قائم مقامی کا حق ادا کر دیا

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تذکرۃ الشہادتین میں ایک رؤیا کا ذکر فرمایا آخر میں۔ اس کے بعد لکھا کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ یہ آپ نے اپنی رؤیا سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مجھے امید ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ ہم گواہ ہیں کہ آج افریقہ کے رہنے والوں نے اجتماعی طور پر اس کا نمونہ دکھا دیا اور قائم مقامی کا حق ادا کر دیا۔''

(خطبہ جمعہ 20/ جنوری 2023ء)

مہدی آباد کی شہادتوں کے بعد دنیا بھر کے احمدیوں کی طرف سے دشمنان احمدیت کے لئے بزبان حال و قال یہی ردعمل سامنے آیا ہے کہ اے نادانوں! تم سمجھتے ہو کہ تم نے ان بزرگ انصار کو شہید کر کے ہمیں کمزور کر دیا ہے۔تو سنو!ان کی شہادت نے ہم میں وہ روح پھونک دی ہے جس نے ہمیں زندگی عطا کی ہے۔ہمیں قربانیوں کا فہم اور ادراک عطا کر دیا ہے۔

لمحہ فکریہ

ان شہادتوں اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی بیداری پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ہمیں ہوشیار بھی رہنا ہے کہ کہیں یہ وقتی جوش نہ ہو۔ بلکہ حقیقی معنوں میں ہمارے اندر ایک انقلاب پید اکرنے والا ہو۔ وہی انقلاب جس کی طرف ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہمیں بلاتے ہیں:

''آج ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ مقبول دعاؤں کے لیے اپنی عبادتوں کو زندگیوں کا حصہ بنا لیں۔ اپنے بچوں کو بھی عبادت کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اپنی نمازوں کو سنوار کر ادا کریں۔ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور اس سے مزید فتوحات کی بھیک مانگیں۔ کتنے خوش قسمت ہوں گے جو ہم میں سے وہ جن کو یہ سب کچھ حاصل ہو جائے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش برستا دیکھیں۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کے معیار بلند کریں گے، دین کو دنیا پر مقدم کریں گے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے ہیں انہیں اپنی زندگیوں میں پورا ہوتے دیکھیں گے۔''

(خطبہ جمعہ 30/ ستمبر 2022ء)

فتح کے وعدہ کے باوجود گریہ وزاری کی انتہاء

یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے فتح و نصرت کے وعدے کر رکھے ہیں۔ اور ہمیں انہیں مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس دور کو نزدیک تر کرنے کے لئے ہمیں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ہمیں اپنی حالتوں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ نے تو اپنے وعدے پورے فرمانے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ ہمارے عملوں کی وجہ سے ان کے پورا ہونے کا وقت دُور ہو جائے یا وہ کسی اَور کے ذریعہ سے، بعد میں آنے والے لوگوں کے ذریعہ سے پورے ہوں اور ہم محروم رہ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا اسلام کی فتح کا وعدہ تھا اور اللہ تعالیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیارا کون نبی ہو سکتا تھا اور ہے لیکن کیا اس کے باوجود جنگِ بدر کے موقع پر آپ کی گریہ و زاری، عجز، خوف، خشیت اور دعا ایک عظیم مقام پر نہیں پہنچی ہوئی تھی؟ اس قدر گریہ و زاری تھی کہ آپؐ کی چادر بار بار کندھے سے اتر جاتی تھی اور پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! فتح و نصرت کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے تو پھر آپؐ اس قدر بے چینی کا کیوں اظہار فرما رہے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ فتوحات میں بھی مخفی شرائط ہوتی ہیں اس لیے میرا کام نہایت تضرع سے اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد مانگنا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اول صفحہ 11)

(خطبہ جمعہ 30 ستمبر 2022ء)

بعد میں آنے والی قومیں ہم سے آگے نہ نکل جائیں

نیکی تقویٰ و طہارت اور ایمان میں ترقی کا میدان تو ایسا ہے جس کا تعلق حدود و قیود اور زمانے سے نہیں۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ قابل تعظیم تو وہی ہے جو تقویٰ میں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ جو حق الیقین کے مقام کو چھو لینے والا ہے۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور فرماتے ہیں:

’’کیا ہماری قوت یقین بڑھ رہی ہے؟ کیا ہمارے دل روشن ہو رہے ہیں؟ کیا ہماری دین کی طرف رغبت ہے؟ کیا ہم اسلامی احکامات پر عمل کر رہے ہیں؟ ہم اپنی روحانی اور عملی حالتوں کو بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں؟۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا اس تعلیم کے مطابق ہمارے عمل اور سوچیں ہیں۔ اگر نہیں تو فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں بعد میں آنے والی قومیں ترقی کر کے ہم سے بہت آگے نہ نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کو پا کر اتنی دُور نہ چلی جائیں کہ ہمیں جب احساس ہو کہ ہم پیچھے رہ گئے ہیں، ہماری نسلیں پیچھے رہ رہی ہیں تو پھر دہائیاں ان فاصلوں کو پورا کرنے میں لگ جائیں۔ نسلوں کو اگلی نسلوں کو سنوارنے میں وقت لگ جائے۔ یہ دیکھیں کہ کہیں اس دنیا میں ڈوب کر ہماری نسلیں بہت پیچھے نہ چلی جائیں۔۔۔ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں وہ بہرحال ادا کرنے فرض ہیں۔ نمازیں جو ہیں بہرحال ادا کرنی ضروری ہیں اور سمجھ کر ادا کرنی ضروری ہیں۔ پس یہ نہ ہو کہ ہماری نسلیں بہت پیچھے چلی جائیں اور نئے آنے والے ان انعامات کے وارث بن کر جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اپنے مقام کو ہم سے بہت بلند کر لیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16 اکتوبر 2015ء)

پیچھے رہنے والے انعامات سے محروم ہو جایا کرتے ہیں

’’اپنی قوت یقین کو بڑھائیں اور دلوں کو روشن کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے پھر ان انعاموں کو حاصل کرنے والے بنیں۔ یہ نہ ہو کہ پیچھے رہنے سے ان انعاموں سے محروم ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو تعلق قائم ہوا ہے یہ کوشش کریں وہ کبھی نہ ٹوٹے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے مقصد کو سمجھنے والے ہوں اور جماعت کا ایک فعّال اور مضبوط حصہ بنیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کے ہمیشہ وارث بنتے چلے جائیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16 اکتوبر 2015ء)

اللہ کرے ہم مسابقت بالخیر میں لگے رہیں۔ زمانی لحاظ سے پہلے آنے کو وجہ فخر اور بعد میں آنے کو وجہ کمتری خیال نہ کریں۔ بلکہ یہ جان لیں کہ الفضل بالخیرات لا بزمان۔ کہ فضیلت اور بڑھائی، مراتب اور فیوض نیکیوں میں سبقت لے جانے سے، ایمان کو ہر چیز پر فوقیت دینے سے عطا ہوا کرتے ہیں نہ کہ زمانی لحاظ سے پہلے یا بعد میں آنے سے۔ آج زمانی لحاظ سے بعد میں آنے والے بے مثال قربانی کی وجہ سے ’’احمدیت کے چمکتے ستاروں‘‘ کا خطاب پا کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے ہیں۔ آج افریقہ ابھر کر سامنے آ گیا ہے۔ دعا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک ان شہداء کا قائمقام بن جائے۔ ان کی قربانیوں کو زندہ او ر اپنے لئے بطور نمونہ ہمیشہ سامنے رکھنے والا ہو۔

عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ

قبول احمدیت کی ایک سرگزشت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعماء تم پر کی ہیں ان کا بیان کرتا رہ۔ احمدیت بھی ایک نعمت ہے جس کو ہمارے خاندان میں متعارف کروانے کا سہرہ میرے والد صاحب کے سر ہے۔

میرے والد مکرم محمد اشرف کاہلوں کو اپنے خاندان میں سب سے پہلے قبول احمدیت کی توفیق ملی اور آپ کے بعد پھر پورا خاندان آغوش احمدیت میں آ گیا۔ قبول احمدیت کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے میں اپنے ددھیال کا ذکر کرنا چاہوں گی۔ میرے دادا جان مکرم چوہدری فضل دین پیشہ کے لحاظ سے زمیندار تھے اور جیسا کہ اس زمانہ کے زمیندار علم سے نابلد ہوتے ہیں تو گھر میں کوئی علمی ماحول نہیں تھا بلکہ چونکہ ان کی اولاد زندہ نہیں بچتی تھی بلکہ ایک بیٹا 16-17سال کی عمر میں جب وفات پا گیا تو دادی اماں نے منت مانگی کہ اب جو بچہ پیدا ہو گا اسے سلطان باہو کے مزار پہ لے کے جاؤں گی۔ میرے والد صاحب جب پیدائش کے کچھ عرصہ بعد تک صحیح سلامت رہے تو منت پورا کرنے کی غرض سے ان کو سلطان باہو کے مزار پہ لے کے گئیں۔ یہ خاندان کی علمی و روحانی صورت حال تھی۔ میرے والد اس ماحول میں رہنے کے باوجود تعلیم سے بہت محبت رکھتے تھے اور انہوں نے باوجود کسی راہنمائی نہ ہونے اور نامساعد حالات ہونے کے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ تعلیم کا یہ سلسلہ کیسے جاری رہا اس کی تفصیل کسی اور موقع پر بیان کروں گی۔ احمدیت سے میرے والد کا تعارف کیسے ہوا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ گاؤں میں احمدیہ مسجد قائم تھی اور میٹرک کے بعد وہ ترجمۃ القرآن پڑھنے کے لیے احمدیہ مسجد جایا کرتے تھے کیونکہ غیر از جماعت مولوی کو ترجمہ نہیں آتا تھا۔ پھر جب والد صاحب اپنی پڑھائی کے سلسلہ میں گوجرہ میں مقیم تھے تو عصر کی نماز کے بعد غیر از جماعت مسجد میں درس القرآن میں شامل تھے کہ مولوی صاحب درس دیتے ہوئے ایک ایسی حدیث پہ بات کرتے کرتے رک گئے جس سے وفات مسیح ثابت ہوتی تھی۔ والد صاحب کے دل میں یہ بات کھٹک گئی۔ جب آپ گریجویشن ختم کر کے گاؤں گئے تو ایک دن ختم نبوت کے 2 مولوی صاحبان گاؤں پہنچ گئے اور اس بات کا اظہار کیا کہ احمدیوں کے خلاف جلسہ کرنا ہے لیکن حوالہ جات کے لیے انہیں کچھ جماعت کی کتب چاہئیں۔ والد صاحب نے اپنے ایک احمدی جاننے والے سے وہ کتب انہیں مہیا کر دیں۔ جلسہ کا آغاز ہوا اور حسبِ معمول انہوں نے جب مغلظات بکنا شروع کیں تو گاؤں کے شرفاء نے انہیں روک دیا کہ یہاں اس طرح کا فساد نہیں ہونے دیں گے تو وہ مولوی صاحبان گاؤں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد والد صاحب نے ان کتب کا مطالعہ کیا اور جس کتاب نے آپ کی کایا پلٹی وہ آئینہ کمالات اسلام تھی۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد آپ کے دل نے گواہی دی کہ لکھنے والا سچا ہے۔ اس طرح آپ نے مئی 1973ء میں بذریعہ خط حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیعت کی۔ جب آپ نے بیعت کی تو باوجود یہ کہ آپ والدین کے بہت لاڈلے تھے تو ان کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلے گھر میں ہی ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کا سلسلہ جاری رہا۔ جب گھر والوں نے دیکھا کہ یہ تو باز نہیں آ رہا تو دادی جان نے غصہ میں آ کر گھر سے جانے کا کہہ دیا۔ آپ نے گھر چھوڑ دیا، لیکن گاؤں تو ایک ہی تھا۔ ایک بار آپ گاؤں کے چوک میں کھڑے تھے کہ دادی جان بھی اتفاقاً وہاں آ گئیں۔ وہاں دونوں ماں بیٹے کی کچھ بات چیت ہوئی جس میں والد صاحب کو احمدیت چھوڑنے کا کہا گیا۔ اسی دوران میں دادی جان جو کہ غصہ کی کافی تیز تھیں انہوں نے پورے گاؤں کے سامنے جوان بیٹے کو تھپڑ دے مارا لیکن والد صاحب خاموش رہے۔ اسی بات کا شاید دادی جان کی طبیعت پر اثر ہوا اور انہوں نے گھر آنے کی اجازت دے دی اور مخالفت ترک کر دی۔ والد صاحب کو اپنے گاؤں کا قائد مقرر کیا گیا۔ 1974ء میں گاؤں کے حالات خراب نہیں تھے لیکن گوجرہ شہر کے حالات کافی خراب تھے اور بطور قائد والد صاحب کی ڈیوٹی تھی کہ وہ خورونوش کی اشیاء گوجرہ میں مقیم احمدیوں کو مہیا کریں گے۔ والد صاحب کی بیعت کرنے کے بعد دادا جان نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ نماز باجماعت ہو رہی ہے اور ایک بزرگ (جو خلیفہ ثالث رحمہ اللہ تعالیٰ تھے) وہ نماز کروا رہے ہیں اور آپ دوڑ کر اس نماز میں شامل ہوئے ہیں۔ دادا جان نے اس کے بعد جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کی اور پھر باقی گھر والوں کے ساتھ بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ یوں ہمارا خاندان احمدیت میں ہمارے والد صاحب کی بدولت داخل ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 74

مرکب صفات Compound adjectives

مرکب صفات کا یہ باب گزشتہ کئی اسباق سے جاری ہے۔ آج ہم مزید ایسی صفات کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں گے جو مرکب ہوتی ہیں اور بعض لاحقوں کے لگانے سے بنتی ہیں۔

دان: پہلا لاحقہ ہے، دان جس کے معنی ہیں کرنے والا، دینے والا وغیرہ۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس سے مل کر کیا کیا لفظ بنتے ہیں۔

قدر دان یعنی کسی چیز کی یا انسان کی اہمیت کو صحیح معنوں میں سمجھنے والا Appreciative/ grateful، سائنس دان یعنی سائنس کا گہرا علم اور تجربہ رکھنے والا Scientist۔

فہم: سمجھ، علم، ادراک، شناسائی رکھنے والا۔ پس یہ لاحقہ لگا کر انہیں معنوں میں صفات بنائی جاتی ہیں۔

سخن فہم یعنی گفتگو، کلام خاص طور پر ادبی گفتگو، شاعری وغیرہ کو گہرائی میں سمجھنے والا عقل مند، داناPerspicacious/ wise/۔ معاملہ فہم یعنی جو شخص تفاصیل اور اضافی باتوں میں الجھے بنا کسی بات کی اصل حقیقت تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہو Shrewd/ astute۔

پوش: حقیقی معنی چادر، کپڑا۔ معنوی معنی ڈھک دینا، چھپانا۔ hide/ cover

عیب پوش یعنی کسی چیز یا انسان کی خرابیاں، گناہ، داغ وغیرہ چھپانے والا۔ درثمین کا یہ شعر عیب پوش کے معنوں کو مزید واضح کر دیتا ہے۔

؎ اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے میرے پیارے میرے محسن میرے پرورد گار

اس شعر میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے خدا تو جو میرے سب کاموں کا کرنے والا ہے اور میری کمزوریوں کو ڈھانک دینے والا ہے تو ہی میرا محسن اور میرا پالنے والا ہے اور میرے کاموں کا موجد ہے۔

برقعہ پوش پردہ کیے ہوئے، چہرہ نقاب میں چھپائے ہوئے veiled، سیاہ پوش یعنی ماتمی سیاہ لباس پہنے ہوئے، تخت پوش یعنی تخت پر بچھانے والا کپڑا، نیز ایسا تخت یا سٹیج جسے کپڑے سے ڈھانک دیا گیا ہو۔

بخش: معاف کر دینے والا، دینے والا، پہنچانے والا، کسی چیز کا باعث بننے والا۔

خطا بخش یعنی خطا معاف کرنے والا مراد خدا تعالیٰ Forgiver، صحت بخش یعنی صحت کا باعث بننے والا، صحت کے حصول میں مدد گار جیسے صحت بخش مقام a health resort، گنج بخش یعنی خزانہ دینے والا بہت بڑا فیاض جیسے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمید وار

فائدہ بخش یعنی فائدہ دینے والی شے، رونق بخش یعنی رونق والا مقام، آدمی یا ادبی کام، لذت بخش یعنی لذیذ کھانا، عمل یا مشروب وغیرہ۔

پرست: یہ پرستش سے لاحقہ ہے اور اس کا مطلب پرستش، حد سے زیادہ محبت، حرص، لالچ وغیرہ ہے۔ اس سے بننے والی صفات یہ ہیں۔

حسن پرست ایک لحاظ سے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا شخص جو خوبصورتی کو بہت پسند کرتا ہو تاہم اس میں برائی کا پہلو بھی پایا جاتا ہے یعنی ایسا شخص جو حد سے تجاوز کرنے والا ہو اور حرص و ہوس کا مارا ہو admirer of beauty/ having strong aesthetic sense، بت پرست یعنی بتوں کی عبادت، پوجا کرنے والا Idolatrous۔ توہم پرست یعنی ایسا شخص جو ضعیف الاعتقاد ہو یعنی اس کا خدا تعالیٰ پر توکل اور یقین کمزور ہو اور وہ بعض روزمرہ کے واقعات کو خوش قسمتی یا نحوست کی علامت سمجھتا ہو ایسے لوگ ہر ایک معاشرے میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جیسے مغربی ممالک میں لوگ 13 نمبر کے گھر، فلیٹ یا منزل پر رہنا پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح شیشے یا کانچ کا ٹوٹنا، سیاہ رنگ کے جانوروں سے ڈرنا وغیرہ بھی توہم پرستی میں آتا ہے superstitious، ستارہ پرست یعنی ستاروں کی عبادت کرنے والا جسے صابی بھی کہتے ہیں، مادہ پرست یعنی دنیا دار، دنیا کے مال و دولت کا شیدائی Materialistic، ہم جنس پرست یعنی اپنی ہی جنس کی طرف جنسی میلان رکھنے والا Homosexual، ظاہر پرست یعنی باہر کی اوپری حالت پر نظر رکھنے والا جو گہری بصیرت اور تعبیری صلاحیت سے محروم ہو، قبر پرست یعنی قبر کی پوجا کرنے والا، قبروں پر پھول اور چادر چڑھانے والا، قبروں پر دیے جلانے والا۔ بعض لوگ تو باقاعدہ قبر پرستی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اکثر لوگ محض کمزور ایمان کے باعث کسی کے کہنے سے اور بعض دیکھا دیکھی ان بدعات میں مبتلا ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

سارا جہان جانتا ہے اور تمام آنکھوں والے دیکھ رہے ہیں اور غور کرنے والی طبیعتیں مشاہدہ کر رہی ہیں کہ دنیا میں عقل کی خوبی اور عظمت کو ماننے والے لاکھوں ایسے ہو گزرے ہیں اور اب بھی ہیں کہ جو باوجود اس کے کہ عقل کے پیغمبر پر ایمان لائے اور عاقل کہلائے اور عقل کو عمدہ چیز اور اپنا رہبر سمجھتے تھے مگر بایں ہمہ خدا کے وجود سے منکر ہی رہے اور منکر ہی مرے لیکن ایسا آدمی کوئی ایک تو دکھلاؤ کہ جو الہام پر ایمان لا کر پھر بھی خدا کے وجود سے انکاری رہا پس جس حالت میں خدا پر محکم ایمان لانے کے لئے الہام ہی شرط ہے تو ظاہر ہے کہ جس جگہ شرط مفقود ہو گی اس جگہ مشروط بھی ساتھ ہی مفقود ہو گا۔ سو اب بدیہی طور پر ثابت ہے کہ جو لوگ الہام سے منکر ہو بیٹھے ہیں انہوں نے دیدہ و دانستہ بے ایمانی کی راہوں سے پیار کیا ہے اور دہریہ مذہب کے پھیلنے اور شائع ہو جانے کو روا رکھا ہے یہ نادان نہیں سوچتے کہ جو وجود غیب الغیب، نہ دیکھنے میں آ سکتا ہے، نہ سونگھنے میں، نہ ٹٹولنے میں۔ اگر قوت سامعہ بھی اس ذات کامل کے کلام سے محروم اور بے خبر ہو تو پھر اس ناپید او جود پر کیونکر یقین آوے اور اگر مصنوعات کے ملاحظہ سے صانع کا کچھ خیال بھی دل میں آیا لیکن جب طالب حق نے مدت العمر کوشش کر کے نہ کبھی اس صانع کو اپنی آنکھوں سے دیکھا نہ کبھی اس کے کلام پر مطلع ہوا نہ کبھی اس کی نسبت کوئی ایسا نشان پایا کہ جو جیتے جاگتے میں ہونا چاہیئے تو کیا آخر اس کو یہ وسوسہ نہیں گزرے گا کہ شاید میری فکر نے ایسے صانع کے قرار دینے میں غلطی کی ہو اور شاید دہریہ اور طبعیہ ہی سچے ہوں کہ جو عالم کی بعض اجزا کو بعض کا صانع قرار دیتے ہیں اور کسی دوسرے صانع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ میں جانتا ہوں کہ جب نرا عقل پرست اس باب میں اپنے خیال کو آگے سے آگے دوڑائے گا تو وسوسہ مذکورہ ضرور اس کے دل کو پکڑ لے گا کیونکہ ممکن نہیں کہ وہ خدا کے ذاتی نشان سے باوجود سخت جستجو اور تگاپو کے ناکام رہ کر پھر ایسے وساوس سے بچ جائے وجہ یہ کہ انسان میں یہ فطرتی اور طبعی عادت ہے کہ جس چیز کے وجود کو قیاسی قرائن سے واجب اور ضروری سمجھے اور پھر باوجود نہایت تلاش اور پرلہ درجہ کی جستجو کے خارج میں اس چیز کا کچھ پتہ نہ لگے تو اپنے قیاس کی صحت میں اس کو شک بلکہ انکار پیدا ہو جاتا ہے اور اس قیاس کے مخالف اور منافی سینکڑوں احتمال دل میں نمودار ہو جاتے ہیں، بارہا ہم تم ایک مخفی امر کی نسبت قیاس دوڑایا کرتے ہیں کہ یوں ہو گا یا ووں ہو گا اور جب بات کھلتی ہے تو وہ اور ہی ہوتی ہے انہیں روزمرہ کے تجارب نے انسان کو یہ سبق دیا ہے کہ مجرّد قیاسوں پر طمانیت کر کے بیٹھنا کمال نادانی ہے غرض جب تک قیاسی اٹکلوں کے ساتھ خبر واقعہ نہ ملا تب تک ساری نمائش عقل کی ایک سراب ہے اس سے زیادہ نہیں جس کا آخری نتیجہ دہریہ پن ہے سو اگر دہریہ بننے کا ارادہ ہے تو تمہاری خوشی ورنہ وساوس کے تند سیلاب سے کہ جو تم سے بہتر عقلمندوں کو اپنی ایک ہی موج سے تحت الثریٰ کی طرف لے گیا ہے صرف اُسی حالت میں تم بچ سکتے ہو کہ جب عروہ وثقیٰ الہام حقیقی کو مضبوطی سے پکڑ لو ورنہ یہ تو ہرگز نہیں ہو گا کہ تم مجرّد خیالات عقلیہ میں ترقی کرتے کرتے آخر خدا کو کسی جگہ بیٹھا ہوا دیکھ لو گے بلکہ تمہارے خیالات کی ترقی کا اگر کچھ انجام ہو گا تو بالآخر یہی انجام ہو گا کہ تم خدا کو بے نشان پا کر اور زندوں کی علامات سے خالی دیکھ کر اور اس کے سراغ لگانے سے عاجز اور درماندہ رہ کر اپنے دہریہ بھائیوں سے ہاتھ جا ملاؤ گے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 345-346)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

عقل کے پیغمبر پر: یعنی عقل کو انتہائی درجے تک رہنما مان کر۔ By believing in rationality as an ultimate path to the truth

بایں ہمہ: ان سب باتوں کہ باوجود، اس کے باوصف Despite all the facts

شرط، مشروط: If condition is not fulfilled the result cannot be achieved

مفقود: نہ ہونا، موجود نہ ہونا۔

بدیہی: کھلا ہوا، واضح Explicit

دیدہ و دانستہ: جان بوجھ کر، سوچ سمجھ کر deliberately

روا رکھنا: ہونے دینا، جائز قرار دینا، قبول کر لینا۔ یاسمین حمید کا یہ شعر روا کے معنی مزید کھولتا ہے: ؎

سمندر ہو تو اس میں ڈوب جانا بھی روا ہے
مگر دریاؤں کو تو پار کرنا چاہیئے تھا

ٹٹولنا: چھونا یعنی چھونے کی حس کے ذریعے کسی شے کی حقیقت معلوم کرنے کا عمل Touch

بقیہ صفحہ 12 پر

عثمان احمد

ٹیکسلا کے عجائبات

راولپنڈی سے 22 میل دور، شمال مغرب کی جانب ایک قدیم شہر ''ٹیکسلا'' آباد تھا۔ 326 قبل مسیح میں سکندر اعظم نے اس شہر پر قبضہ کیا اور یہاں پانچ دن ٹھہرا۔یہیں راجا امبھی نے سکندر کی اطاعت قبول کی، جس کے بعد سکندر راجا پورس سے لڑنے کے لیے جہلم کے کنارے پہنچا۔ باختر کے یونانی حکمران ڈیمریس نے 190 قبل مسیح میں گندھارا کا علاقہ فتح کر کے ٹیکسلا کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔مہاراجا اشوک اعظم کے عہد میں بھی اس شہر کی رونقیں پورے عروج پر تھیں اور یہ بدھ مت تعلیم کا مرکز تھا۔ساتویں صدی عیسوی میں مشہور چینی سیاح ہیون سانگ یہاں آیا تھا۔اس نے اپنے سفرنامے میں اس شہر کی عظمت وشوکت کا ذکر کیا ہے۔یہاں گوتھک اسٹائل کا ایک عجائب گھر ہے، جس میں پانچویں صدی قبل مسیح کے گندھارا آرٹ کے نمونے، دس ہزار سکے (جن میں بعض یونانی دور کے ہیں) زیورات، ظروف اور دیگر نوادرات رکھے ہیں۔ ٹیکسلا میں زمانہ قبل از مسیح کی عظیم باقیات یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثے کی فہرست میں بھی شامل ہیں۔

ٹیکسلا کا قدیم شہر دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیانی علاقے میں واقع ہے۔سنسکرت میں یہ تکشاسلا اور مقامی طور پر تا کاسلہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔یونانیوں اور رومیوں نے اسے ٹیکسلا کہا۔یہ شہر زمانہ قدیم کے تین اہم تجارتی راستوں کے سنگم پر واقع ہونے کی وجہ سے ایک بڑا تجارتی مرکز تھا۔ جنوبی ہند، مغربی اور وسطی ایشیائی تجارتی راستے یہیں پر ملتے تھے۔

قدیم یورپی اقوام سکندر اعظم کے ہندوستان پر حملہ کرنے کے وقت سے ٹیکسلا کے نام سے واقف تھیں۔چھٹی صدی قبل از مسیح میں ٹیکسلا ایران کا ایک صوبہ تھا۔بعد کی صدیوں میں یہ شہر کم از کم سات ادوار میں مختلف نسلوں کے شاہی خاندانوں کی حکمرانی میں رہا۔

ٹیکسلا کی قدیم تہذیب کی باقیات کی تلاش کے لیے پہلی مرتبہ کھدائی برطانوی نوآبادیاتی دور میں آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا نے 1913ء میں شروع کی تھی، جو 1934ء تک جاری رہی۔ پھر پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں بھی بہت سے مشہور یورپی اور پاکستانی ماہرین آثار قدیمہ یہاں کھدائی کرتے رہے۔اس وقت جہاں خشک گھاس اور پتھر نظر آتے ہیں، وہاں صدیوں پہلے بھرے بازاروں میں انسانوں کی چہل پہل ہوا کرتی تھی۔

وادی ٹیکسلا میں کھدائی کے نتیجے میں تقریباً دو درجن سے زیادہ اسٹوپے اور خانقاہیں دریافت ہو چکی ہیں۔ان میں دھرمار اجیکا، جولیاں، موہڑہ مرادو، پپلاں، گڑی، بھملا، جنڈیال، جناں والی ڈھیری، بادل پور، بھلڑ توپ، کنالہ اور کلاوان نامی مقامات شامل ہیں۔

قدیم ٹیکسلا شہر کے کھنڈرات کے آخر میں شہزادہ کنالہ کے اسٹوپا کی جانب ایک مرکزی اور شاندار مقام ایسا بھی آتا ہے، جو پاکستان کے معروف ماہر آثار قدیمہ پروفیسر دانی کے بقول وہی جگہ ہے جہاں صدیوں پہلے ٹیکسلا کی مشہور یونیورسٹی قائم تھی۔

ٹیکسلا کی قدیم یونیورسٹی سے کچھ دور شہزادہ کنالہ کا اسٹوپا ہے۔اس اسٹوپے کے قریب کبھی ایک شاندار عمارت قائم تھی۔اب وہاں صرف اس عمارت کی پتھریلی باقیات ہی رہ گئی ہیں۔اس مقام اور اس کے قرب وجوار میں کھدائی سے بھی ماہرین کو بہت سے قدیم سکوں کے علاوہ مٹی اور دھات کے بنے برتن ملے تھے۔

ٹیکسلا میوزیم پاکستان کے خوبصورت ترین عجائب گھروں میں سے ایک ہے۔ہری پور روڈ پر واقع اس میوزیم کا نقشہ لاہور کے میو اسکول آف آرٹس (موجودہ نیشنل کالج آف آرٹس) کے پرنسپل سیلوان نے تیار کیا تھا۔اس کی بنیاد برٹش انڈیا کے وائسرائے لارڈ چیمسفورڈ نے رکھی تھی۔اس میوزیم میں ٹیکسلا سے دریافت شدہ 700 سے زائد نوادرات محفوظ ہیں لیکن عجائب گھر کے اندر فوٹوگرافی کی اجازت نہیں ہے۔

وادی ٹیکسلا سے ملنے والی بدھ مت کی عبادت گاہوں کی زیادہ تر باقیات پہلی صدی عیسوی سے پانچویں صدی عیسوی تک کے زمانے سے تعلق رکھتی ہیں۔دھرمار اجیکا اسٹوپا تیسری صدی عیسوی کے دور کا ہے، جسے 1980ء میں یونیسکو نے عالمی ثقافتی ورثے کی فہرست میں شامل کیا۔ان میں سے بہت سے تاریخی مقامات آج بھی حیران کن حد تک اچھی اور واضح حالت میں موجود ہیں۔

خالد محمود شرما۔سیکرٹری تعلیم القرآن و وقف عارضی۔مسی ساگا جماعت کینیڈا

جلسہ قرآن کریم

سال رواں کے آغاز میں کینیڈا بھر کی جماعتوں نے عشرہ تعلیم القرآن منایا جس میں قرآن کریم کی کلاسز اور خصوصی دروس کے علاوہ قرآن کریم کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے مختلف پروگرام تشکیل دیے گئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے شعبہ تعلیم القرآن ووقف عارضی مسی ساگا جماعت کے زیر اہتمام مؤرخہ 8/ جنوری 2023ء بروز اتوار قرآن کریم کی اہمیت اور اس کی برکات کے حوالے سے ''جلسہ قرآن کریم'' مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں منعقد کیا گیا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔مکرم حافظ رانا نواب احمد صاحب (حلقہ مسی ساگا ایسٹ) نے سورۃ الفرقان کی آیات 28 تا 31 تلاوت کیں اور اردو ترجمہ پیش کیا بعد ازاں ان آیات کا انگریزی ترجمہ مسی ساگا نارتھ حلقہ کے ایک خادم مکرم عطاء الوہاب صاحب نے کیا۔مکرم سعید احمد صاحب صدر حلقہ مسی ساگا ویسٹ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام ''نور فرقان ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا'' سے منتخب اشعار اپنی مسحور کن آواز سے پڑھے اور ان اشعار کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا۔اس کے بعد مالٹن حلقہ کے ایک طفل سٹیج پر آئے اور اپنی معصومانہ آواز میں حدیث مع اردو و انگریزی ترجمہ پڑھی۔ پروگرام کی پہلی تقریر مکرم یاسر احمد صاحب سیالکوٹی مربی سلسلہ مالٹن حلقہ کی اردو زبان میں تھی۔آپ نے ''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عشق قرآن'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ سے قرآن کے عشق کی بابت ایمان افروز واقعات بیان کئے۔بعد ازاں خاکسار نے اس تقریر کا خلاصہ انگریزی زبان میں پیش کیا۔مالٹن حلقہ کے ایک ناصر مکرم طاہر احمد خان صاحب نے انگریزی اور اردو زبان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر سے ایک اقتباس پڑھ کر سنایا۔پروگرام کے مطابق ایک پاور پوائنٹ پریزینٹیشن بعنوان'' قرآن کریم کی اہمیت اور اس کی برکات'' کے حوالے سے انگریزی زبان میں تھی۔اس پریزینٹیشن کو مکرم آصف خان مجاہد صاحب مربی سلسلہ مسی ساگا جماعت نے پیش کیا۔آپ نے نوجوانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آسان اور اثر انگیز مثالوں سے قرآن کریم کی اہمیت اور برکات کو اجاگر کیا۔آپ کی پریزینٹیشن کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اس خطبہ جمعہ کے

ویڈیو کلپس جو آپ نے دورہ کینیڈا 1997ء کے موقعہ پر دیا حاضرین کو دکھائے گئے نیز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ویڈیو کلپس بھی دکھائے گئے۔اس کے بعد مکرم اسامہ سعید صاحب قائد خدام الاحمدیہ مسی ساگا ویسٹ نے حضور انور کا ایک اقتباس جو قران کریم کی باقاعدہ تلاوت کرنے کے بارے میں تھا پڑھ کر سنایا۔اختتامی تقریر مکرم عبدالماجد قریشی صاحب لوکل امیر مسی ساگا جماعت کی تھی۔آپ نے حضور انور کے خطبات کی روشنی میں قرآن کریم کی پاک تعلیمات کو کس طرح دنیا میں پھیلانا ہے اس کے بارے میں حاضرین جلسہ کو متوجہ کیا۔نیز شعبہ تعلیم القران مسی ساگا کی مساعی کے بارے میں حاضرین کو آگاہ کیا اور آخر پر آپ نے دعا کروائی اور اس طرح یہ بابرکت تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔شاملین جلسہ کے لئے پروگرام کے بعد عشائیہ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: آؤ! اُردو سیکھیں...... از صفحہ 10

ناپیدا: نظر سے اوجھل، غائب، مخفی۔ Invisible

صانع، مصنوعات: بنانے والا اور وہ شے جو وہ بنائے producer and production

طالب حق: کسی شے کی حقیقت تک پہنچنے کا خواہش مند researcher

مدت العمر: تمام عمر، ساری زندگی lifetime

وسوسہ: شک، شبہ suspicion

دہریہ اور طبیعہ: خدا تعالیٰ کو نہ ماننے والے اور مادے کو ازلی ابدی حقیقت سمجھنے والے، فطرت پرست، نیچری atheistic and naturalistic approach

بعض اجزا کو بعض کا صانع قرار دینا: یعنی یہ خیال کہ ہر مادی چیز کسی دوسری مادی چیز یا چیزوں سے مل کر بنی ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ خدا تعالیٰ کو دنیا کا پیدا کرنے والا نہ ماننا۔

تگا پو: محنت، کوشش، بھاگ دوڑ، تلاش وغیرہ

قیاسی قرائن: خیالی، تصوراتی مفروضے اور اندازے hypothetical presumptions

خارج: معروضی، باہر objective

مجرّد قیاس: محض اندازہ Try to know something merely through hypothesis

قیاسی اٹکلیں: بے ثبوت، بلادلیل اندازے

نمائش عقل: عقل کا استعمال

تند سیلاب: بے قابو اور طاقتور پانی کا بہاؤ

عروہ وثقیٰ الہام حقیقی: سچے الہام کا مضبوط کڑا مراد ہے وحی و الہام کے ذریعے انبیاء کو دی جانے والی تعلیمات، قرآن شریف، حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات۔

درماندہ: بے بس

دعا کا تحفہ

حصول تقویٰ و غنا کی دُعا

حضرت عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا بالعموم پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُكَ الۡھُدٰی وَالتُّقٰی وَالۡعَفَافَ وَالۡغِنٰی

(مسلم کتاب الذکر)

اے اللہ! مَیں تجھ سے ہدایت و تقویٰ کا طلبگار ہوں اور عفّت اور غناء چاہتا ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 133)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

امام کا احمدی ہونا ضروری ہے

عجب خان صاحب تحصیلدار نے حضرت اقدس (مسیح موعودؑ) سے استفسار کیا کہ اگر کسی مقام کے لوگ اجنبی ہوں اور ہمیں علم نہ ہو کہ وہ احمدی جماعت میں ہیں یا نہیں تو اُن کے پیچھے نماز پڑھی جاوے کہ نہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

ناواقف امام سے پوچھ لو۔ اگر وہ مصدق ہو تو نماز اس کے پیچھے پڑھی جاوے ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک جماعت الگ بنانا چاہتا ہے اس لئے اس کے منشاء کی کیوں مخالفت کی جاوے جن لوگوں سے وہ جُدا کرنا چاہتا ہے بار بار اُن میں گھسنا یہی تو اس کے منشاء کے مخالف ہے۔

(البدر 20 فروری 1903ء صفحہ 34-35)

سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضورؑ کے حالات سے واقف نہیں، تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو۔ پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر، ورنہ اس کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو اور اگر خاموش رہے نہ تصدیق کرے اور نہ تکذیب، تو بھی منافق ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 299)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

نظام جماعت سے چمٹے رہو

یاد رکھو کہ نظام جماعت کے ساتھ ہمیشہ چمٹے رہو۔ نظام کی پوری پابندی کرو۔ کسی بات پر اعتراض پیدا ہوتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ وہ اعتراض انسان کو بہت دور تک لے جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ عہدیداروں سے بڑھ کر نظام تک اور پھر نظام سے بڑھ کر خلافت تک یہ اعتراض چلے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر یہ کرو گے تو یہ بھی خیانت ہے۔

(روزنامہ الفضل 26/ مئی 2004ء)

(محمد عمر تماپوری۔ انڈیا)

16/ فروری 2023ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:34	18:19
مدینہ منورہ	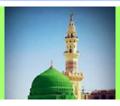	05:36	18:17
قادیان		05:48	18:15
ربوہ		05:28	17:55
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:45	17:20